حضرت مریمؑ: ایک مثالی مسلمان خاتون

مصنف: ہارون یحییٰ

مترجم: پروفیسر خواجہ محمد اخلاق

فہرست

تعارف

قرآنِ پاک انسانیت کی حقیقی راہنمائی کا واحد ذریعہ ہے۔ یہ اس لیے نازل کیا گیا تاکہ لوگ یہ جان سکیں کہ زندگی میں جن حالات سے انکا واسطہ پڑتا ہے انہیں کیسے حل کرنا ہے۔ مزید برآں پیارے نبیؐ پاک ﷺ کی سنت ہمیں یہ بتاتی ہے کہ قرآن پاک کی تعلیمات کو کیسے عملی زندگی میں اپنایا جائے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں اور دوسرے مسلمانوں کی زندگیوں کی مثالوں سے یہ واضح کرتا اور ممکن بناتا ہے کہ قرآنی اخلاقیات کے مطابق کیسے زندگی گزاری جائے۔

''تم مسلمانوں کو یعنی جو کوئی خدا کے سامنے جانے اور روز آخرت کے آنے کی امید رکھتا ہو، اُسے اُن لوگوں کی نیک چال چلنی ضرور ہے اور جو روگردانی کرے تو خدا بے پروا اور سزاوارِ حمد وثنا ہے۔'' (سورۃ الممتحنہ: ٦)

''اور ہم نے تمھاری طرف روشن آیتیں نازل کی ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں اُن کی خبریں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت'' (سورۃ النور: ۳۴)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ مخلص مسلمانوں کو جو کہ آخرت کی زندگی پر کامل یقین اور امید رکھتے ہیں، باور کرواتا ہے کہ جن لوگوں کی زندگیوں کو قرآن پاک میں بطور مثال پیش کیا گیا ہے وہ ان کے لیے بہترین مثالیں اور نصیحت ور ہنمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ان مخلص مسلمانوں میں سے ایک حضرت مریمؑ ہیں اور یہ اُن دو خواتین میں سے ایک ہیں جن کی زندگی کو قرآن میں بطور مثالی طرز عمل کے پیش کیا گیا ہے۔

''اور مومنوں کے لیے ایک مثال تو فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اُس نے خدا سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور

مجھے فرعون اور اسکے اعمالِ زشت مال سے نجات بخش اور ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ کو مخلصی عطا فرما۔اور دوسری عمران کی بیٹی مریمؑ کی جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔ تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اپنے پروردگار کے کلام اور اسکی کتابوں کو برحق سمجھتی تھی اور فرمانبرداروں میں سے تھی۔(سورۃ التحریم: ۱۱۔۲۱)

لٰہذا ہر مومنہ عورت کی یہ مذہبی ذمہ داری ہے کہ وہ حضرت مریمؑ کے قرآن میں پیش کردہ مثالی کردار کو سیکھے جو کہ صحیح اور درست معلومات فراہم کرتا ہے اور انتہائی جوش وخروش سے اس کی تقلید کرنے کی کوشش کرے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ کا تعارف ایک بہترین اور مثالی مسلمان عورت کے کردار کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ طرز عمل اور کردار آج کل کے بے دین معاشرے میں عورت کے مروجہ طرزِ عمل سے مختلف ہے جو کہ اس مشترکہ قابل قبول طرز عمل کو اپنائے ہوئی ہیں جو کہ ان کے آباءواجداد کی میراث ہے۔ان معاشروں میں مردوں اور عورتوں سے بالکل مختلف اور جُدا طرز عمل کی خصوصیات کی اتباع کی توقع کی جاتی ہے۔ان معاشروں میں مردوں کے تصورات، عالمی نقطہ نظر، زندگی کے طور طریقے اور سلیقہ اور حالات وواقعات کا تجربہ کرنے کی صلاحیت کو عورتوں سے بالکل مختلف ہونے کا یقین رکھا جاتا ہے۔
تاہم قرآن پاک کے مطابق مردوں اور عورتوں کی ذمہ داریاں اور طرز عمل ایک جیسا ہے۔اللہ تعالیٰ
ایک مثالی مسلمان کے طرز عمل کی مثال کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔

''جو لوگ خدا کے آگے سرِ اطاعت خم کرنے والے ہیں یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور خدا کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے خدا نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔(سورۃ الاحزاب: ۵۳)

اس آیت کے مطابق ہر شخص کا کردار یا طرز عمل اس مرد یا عورت کی معاشرے کی اقدار یا وہاں پر رائج روایات واضح نہیں کرتی یا اُن کا تعین نہیں کرتی بلکہ اس کا تعین ایک مثالی مسلمان کا طرزِ عمل یا کردار کرتا ہے۔ ہر وہ عورت جو کہ اس طرز عمل یا کردار کو اپنائے گی، اس کی شخصیت ٹھوس اور مضبوط ہو گی۔ ہر وہ عورت جو اس طرز عمل کو اپنائے گی، وہ اپنے معاشرے میں حیثیت یا برتری حاصل کرنے کے لئے ان تھک کوشش کے برعکس وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور محبت وشفقت کی حقدار قرار پائے گی۔

اس کتاب میں ہم بے دین معاشرے کی عام عورت کے طرز عمل یا کردار پر بحث کریں گے اور یہ تجزیہ کریں گے کہ اس کا یہ غلط اور گمراہ کن طرز عمل کیسے قائم ہوا۔ مزید برآں ہم حضرت مریمؑ کے طرز عمل اور کردار کا تجزیہ کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے دوسری تمام عورتوں پر فضیلت اور برتری عطا کی اور ان کو ایک مثالی مسلمان خاتون کے طور پر پیش کیا، اس تجزیے کے نتیجے میں ہم دیکھیں گے کہ ان کی یہ برتری اور فضیلت ان کے اللہ تعالیٰ پر اعتقاد، خدا خوفی اور اپنے اوصافِ حمیدہ کی وجہ سے ممکن ہوئی۔اور ہر وہ مرد اور عورت جو کہ اچھے اعمال کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اسکی رحمت اور جنت کا حقیقی حقدار قرار پائے گا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

''اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہونگے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی'' (سورۃ النسائ: ۱۲۴)

اس کتاب کا ایک اور مقصد بے دین معاشروں میں مروجہ عورت کے طرز عمل یا کردار میں بے ربط تصور کو بھی آشکار کرنا ہے اور ان لوگوں کو جو کہ زندگی کے بارے میں حقیقت، سچ اور اخلاقیات جاننا چاہتے ہیں۔ ایک ایسی زندگی اور اخلاقیات کے بارے میں جو کہ ان کی اس دنیا میں عزت واحترام اور اس کے ساتھ ساتھ آخرت میں برتری کا باعث بنے۔

حضرت مریم علیہاالسلام: ایک مثالی مسلمان خاتون

حضرت مریم علیہاالسلام کے معاشرے کی نوعیت

تاریخی شواہد کے مطابق حضرت مریمؑ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ آج سے تقریباً دو ہزار سال پہلے گزری ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو عزت واکرام سے نوازا۔ وہ دنیا اور آخرت کے اعتبار سے ایک برگزیدہ اور منتخب خاتون تھی۔ وہ روم کے زیر تسلط فلسطین میں پیدا ہوئی اور اس طرح وہ یہودی تھی اور وہ یہودی برادری میں رہتی تھی۔ روم کا ریاستی مذہب بت پرستی تھا۔ یہودی جن کو اللہ تعالیٰ نے باقی لوگوں پر فوقیت دی تھی، سورۃ البقرۃ کے مطابق

''اے یعقوب کی اولاد! میرے وہ احسان یاد کرو جو میں نے تم پر کئے تھے اور یہ کہ میں نے تم کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔ (سورۃ البقرۃ: ۴۷)

یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو تبدیل کر دیا اور غلط اور باطل عقائد اپنا لیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے بغاوت کی اور اس طرح وہ زیادہ دیر تک اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے حق دار نہ رہے تھے اور اب وہ شکر گزار نہ تھے۔ ان میں سے اکثر نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث کردہ انبیاء کو قتل کر ڈالا کیونکہ یہودی ان ممتاز صفت اور برگزیدہ لوگوں کے لائے ہوئے احکامات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ قرآن ان کے اس ظالمانہ طرز عمل کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''ہم نے بنی اسرائیل سے عہد بھی لیا اور ان کی طرف پیغمبر بھی بھیجے لیکن جب کوئی پیغمبر ان کے پاس ایسی بات لے کر آتا جن کو اُن کے دل نہیں چاہتے تھے تو وہ انبیاء

کی ایک جماعت
کو تو جھٹلا دیتے اور ایک جماعت کو قتل کر دیتے تھے۔"(سورۃ المائدہ:۷۰)

حضرت مریمؑ کی پیدائش اخلاقی لحاظ سے نہایت ہی ابتر دور میں ہوئی۔جب کہ یہودی تمام تعلیمات کو بھول کر صرف اپنے آخری مسیحا یا نجات دہندہ کے انتظار کی امید لگائے بیٹھے تھے۔لیکن حضرت مریمؑ اسسے ناواقف تھی حالانکہ اللہ تعالی کی ذات پہلے ہی یہ فیصلہ صادر کر چکی تھی اور حضرت مریمؑ کو اس مقدس فریضہ کے لئے منتخب کر چکی تھی۔حضرت مریمؑ بنی اسرائیل کی خواہشات کا محور تھی۔وہ پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو جنم دینے والی تھی۔اللہ تعالی نے ان کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

"وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا کہ مریمؑ خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض (بیٹے) کی بشارت دیتا ہے۔جس کا نام مسیح اور مشہور عیسیٰ ابن مریم ہو گا اور جو دنیا اور آخرت میں عزت منداور خدا کے خاصوں میں سے ہو گا۔اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر دونوں حالتوں میں لوگوں سے یکساں گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں ہو گا"(سورۃ آل عمران ۵۴۔۶۴)

اللہ تعالی نے حضرت مریمؑ کا انتخاب کیا تا کہ وہ اپنے لوگوں میں حقیقی اخلاقیات اور مذہب کی نمائندگی کریں اور لوگوں کو ان سے روشناس کروائیں،جو کہ اپنے حقیقی مذہب کو چھوڑ چکے تھے اور انہوں نے مختلف توہمات اور بے مقصد قیاس آرائیاں اپنا رکھی تھی۔اللہ تعالی نے حضرت مریمؑ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے جیسا کہ ان کی پیدائش،ان کا خاندان،حضرت عیسیٰ کی پیدائش حضرت مریمؑ کے اوصافِ حمیدہ اور ان کا اعلیٰ طرز عمل اور حضرت مریمؑ نے کیسے اپنے معاشرے کے بہتان اور الزام تراشی کا مقابلہ کیا وغیرہ۔

اللہ تعالی اور آل عمران کا امتیاز

اللہ تعالی بیان فرماتا ہے کہ

"خدا نے آدم اور نوح اور خاندان ابراہیم اور خاندان عمران کو تمام جہان کے لوگوں میں منتخب فرمایا تھا۔ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے۔اور خدا بخشنے والا اور جاننے والا ہے۔"(سورۃ آل عمران:۳۳۔۳۴)

باالفاظ دیگر آل عمران کا سلسلہ حضرت آدمؑ،حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ سے ملتا ہے جو کہ ممتاز لوگ تھے اور ان منتخب شدہ اور برگزیدہ لوگوں میں سے ایک حضرت مریمؑ تھی۔جن کا خاندان صدق دل سے اللہ تعالی کی انسانیت کیلئے مقرر کردہ حدود کی پاسداری کرتا تھا۔وہ ہمیشہ سچائی اور باری تعالی کی خوشنودی کے متلاشی رہتے اور اس ذات پر بھروسہ رکھتے تھے۔

حضرت مریمؑ کی پیدائش

جب عمران کی بیوی جو کہ ایک مخلص مومنہ تھی نے محسوس کیا کہ وہ حضرت مریمؑ کی وجہ سے حاملہ ہیں تب انہوں نے فوراً ربِ کائنات سے دعا کی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تعریف کی اور اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ وہ اپنے بچے کو اس کی راہ میں وقف کر دیں گی۔ جب انہوں نے ایک بچی کو جنم دیا تو اس کا نام مریمؑ رکھا۔ جس کا مطلب ہے پرہیز گاری و تقویٰ اختیار کرنا۔ باالفاظِ دیگر اس کا مطلب ایک ایسی شخصیت تھی جو کہ مسلسل یا متواتر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے عمران کی بیوی کی اس دعا کو قرآن میں ان الفاظ میں بیان کیا۔

''وہ وقت یاد کرنے کے لائق ہے جب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے پروردگار جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اس کو تیری نذر کرتی ہوں۔ اسے دنیا کے کاموں سے آزاد رکھونگی تو اسے میری طرف سے قبول فرما تو سننے والا اور جاننے والا ہے۔ جب ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور جو کچھ ان کے ہاں پیدا ہوا تھا خدا کو خوب معلوم تھا تو کہنے لگیں کہ پروردگار! میرے تو لڑکی ہوئی ہے اور نذر کیلیئے لڑکا موزوں تھا کہ وہ لڑکی کی طرح ناتواں نہیں ہوتا۔ اور میں نے اس کا نام مریمؑ رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں' (سورۃ آل عمران: ۵۳۔۶۳)

''یہاں عربی لفظ محررین کا ترجمہ کچھ یوں ہے کہ وہ تیرے نام پر آزاد ہو گا یعنی تیری اور تیرے دین کی خدمت کے لیے وقف ہو گا۔ یعنی جو اپنے آپ کو آخرت سے منسلک رکھے اور دنیا سے اس کا کوئی مفاد نہ ہو۔ جو اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت کے لئے وقف ہو۔ جو خشوع و خضوع سے ریاضت و عبادت میں مصروف ہو اور وہ جس کی عبادت میں کوئی دنیاوی مفاد یا نفع یا مقصد حائل نہ ہو سکے''(۱)

حقیقی آزادی صرف اسی صورت ممکن ہے جب اپنے آپ سے لا تعلق ہو کر صرف اسی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ اور اسی کی پناہ میں آیا جائے اور اپنے آپ کو کسی دوسرے کی خدمات اور اقدار سے آزاد کرایا جائے۔ یہ وہ دعا تھی جو کہ عمران کی بیوی نے حضرت مریمؑ کو وقف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فرمائی۔ کیونکہ وہ یہ چاہتی تھی کہ ان کی بیٹی صرف اور صرف خدائے واحد کی خدمت کرے اور اپنے لوگوں اور معاشرے کی رضا کو قبول نہ کرے۔

حضرت مریمؑ کی پیدائش کے فوراً بعد ان کی والدہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئی اور اس ذاتِ باری تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مریمؑ کی حفاظت کرے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے دور رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی خلوص اور توجہ سے کی جانے والی دعا کو قبول فرمایا۔

''تو پروردگار نے اس کو پسندیدگی کے ساتھ قبول فرمایا اور اس کی اچھی طرح پرورش کی۔ (سورۃ آل عمران: ۷۳)

باالفاظ دیگر حضرت مریمؑ نے بہترین پرورش پائی اور اوصاف حمیدہ کی مالکہ بنی۔ حضرت مریمؑ کی والدہ کے صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کو ہی اپنا معاون و مددگار ماننا، اپنا مسلسل دھیان اسی ذات کی طرف لگائے رکھنا اور حقیقی طور پر اسی ذات کے سامنے جھکے رہنا ہی دراصل وہ مثالیں ہیں جنہیں تمام مومنین کو اپنانا چاہیئے۔

حضرت زکریاؑ بطور کفیل

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کو صدق دل سے ایمان عطا کیا، ان کو برگزیدہ کیا اور ان کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق اور رہنمائی عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دینی جذبے، خداخوفی اور ان کے اعلیٰ اور مثالی طرز عمل اور اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم کو مندرجہ ذیل الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

''اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی۔ یہ سب نیکوکار تھے۔ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی اور بعض کو ان کے باپ دادا 'اولاد اور بھائیوں میں سے بھی اور ان کو برگزیدہ بھی کیا تھا اور سیدھا رستہ بھی دکھایا تھا''

(سورۃ الانعام: ۸۶۔۸۸)

قرآن پاک سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری حضرت زکریاؑ کو سونپی۔ انہوں نے اپنے اس عہد اور امانت کی بھرپور پاسداری کی۔ انہوں نے حضرت مریمؑ کی زندگی میں بے شمار کرامات بھی دیکھیں۔ اور انہوں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو دوسرے لوگوں پر بہت زیادہ عنایت اور لطف و کرم عطا کیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ کیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان کی مدد کی۔ اور ان کی تمام ضروریات کو پورا کیا۔ مثال کے طور پر

''۔۔۔۔۔اور زکریا کو اس کا متکفل بنایا۔ زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک دن مریمؑ سے پوچھنے لگے کہ مریمؑ یہ کھانا تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ وہ بولیں خدا کے ہاں سے آتا ہے۔ بے شک خدا جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔ (سورۃ آل عمران: ۳۷)

اس سوال کا جواب حضرت مریمؑ پر خدائی رحمت، مدد اور رزق کی فراہمی کو سچ ثابت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریمؑ کو دوسری تمام عورتوں پر فضیلت

حضرت مریمؑ ایک نہایت ہی متقی مسلمان اور مومنہ تھی۔ جنہوں نے حقیقی طور پر اپنے آپ کو رب کی رضا کی خاطر وقف کر دیا تھا۔ وہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تعریف و تسبیح کرتی اور وہ ساری عمر مسلسل اپنے رب کی عبادت و ریاضت میں لگی رہی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آل عمران کو دوسروں سے ممتاز رکھا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کا انتخاب کیا اور ان کو برگزیدہ کیا اور یہ یقین دہانی کرائی کہ ان کی پرورش اور تعلیم و تربیت نہایت ہی احسن طریقے سے ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمام برائیوں سے دور رکھا اور ان کو پاک کیا۔ اور ان کو دوسری تمام عورتوں پر فوقیت دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس برتری کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔

''اور جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا کہ مریمؑ! خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا ہے۔ مریمؑ اپنے پروردگار کی فرمانبرداری

کرنااور سجدہ کرنااور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنا" (سورۃ آل عمران: ۲۴۔۳۴)

حضرت مریمؑ کی مثالی پاکدامنی

حضرت مریمؑ اپنی آل کی طرح اپنے لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے والہانہ وابستگی کے ساتھ ساتھ مذہبی شوق، پاکدامنی اور ایمانداری کی وجہ سے جانی جاتی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس فرمانبرداری کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

"اور دوسری عمران کی بیٹی مریمؑ کی جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔ تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اپنے پروردگار کے کلام اور اس کی کتابوں کو برحق سمجھتی تھیں اور فرمانبرداروں میں سے تھیں۔" (سورۃ تحریم: ۲۱)

"اور اُن مریم کو بھی یاد کرو جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ان کو اور انکے بیٹے کو اہلِ عالم کے لئے نشانی بنایا" (سورۃ الانبیاء: ۱۹)

حضرت مریمؑ کی حضرت جبرائیلؑ سے ملاقات

حضرت مریمؑ نے اپنی تمام زندگی میں بہت سی کرامتوں کا مشاہدہ کیا۔ اور ان میں سے ایک یہ کہ انہوں نے حضرت جبرائیلؑ سے ملاقات کی۔ ایک مرتبہ جب انہوں نے اپنے خاندان اور معاشرے کو ترک کر کے مشرق کا رخ کیا تب ان کی ملاقات حضرت جبرائیلؑ سے ہوئی جو کہ ان کے سامنے ایک تنومند مرد کی شکل میں ظاہر ہوئے۔

"اور کتاب قرآن میں مریمؑ کا بھی ذکر کرو جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر مشرق کی طرف چلی گئیں۔ تو انہوں نے انکی طرف سے پردہ کر لیا۔ اس وقت ہم نے ان کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا تو ان کے سامنے ٹھیک آدمی کی شکل بن گیا" (سورۃ مریمؑ: ۱۶۔۱۷)

وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ شخص کون ہے۔ انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی اور ان سے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے اور اس کی بہت عزت و تکریم کرتی ہے۔

"مریمؑ بولیں کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو تم سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں" (سورۃ مریمؑ: ۱۸)

ان کے یہ الفاظ واضح طور پر ان کے خدا پر کامل بھروسے کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں پاکبازی کی قدر و منزلت اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان کے یہ الفاظ نہ صرف یہ سارا ماجرا بیان کرتے ہیں بلکہ وہ اس اجنبی شخص سے بھی کہتی ہیں کہ وہ بھی خدا خوفی کرے اور اللہ تعالیٰ کا احترام اور عزت کرے۔

حضرت جبرائیلؑ اپنا تعارف مندرجہ ذیل الفاظ میں کراتے ہیں۔

"انہوں نے کہا کہ میں تو تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا یعنی فرشتہ ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تمہیں پاکیزہ لڑکا بخشوں" (سورۃ مریمؑ: ۱۹)

جیسا کہ قرآن پاک میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

"وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا کہ مریمؑ خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض (بیٹے) کی بشارت دیتا ہے جس کا نام مسیح اور مشہور عیسیٰؑ ابن مریم ہوگا اور جو دنیا اور آخرت میں عزت مند اور خدا کے خاصوں میں سے ہوگا" (سورۃ آل عمران: ۴۵)

حضرت مریمؑ جواب دیتی ہیں

"مریم نے کہا کہ میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں" (سورۃ مریمؑ: ۲۰)

اس طرح وہ اپنی پاکدامنی کی طرف اشارہ کرتی ہیں جبرائیلؑ نے حضرت مریمؑ کو بتایا کہ

"مریمؑ نے کہا پروردگار میرے ہاں بچہ کیوں کر ہوگا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تک تو لگایا نہیں فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ " ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے۔" (سورۃ آل عمران: ۴۷)

"فرشتے نے کہا کہ یونہی ہوگا۔ تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور میں اسے اسی طریق پیدا کروں گا تاکہ اس کو لوگوں کے لئے اپنی طرف سے نشانی اور ذریعہ رحمت و مہربانی بناؤں اور یہ کام مقرر ہو چکا ہے۔ تو وہ اس بچے کے لئے حاملہ ہو گئیں اور اسے لے کر ایک دور جگہ چلی گئیں" (سورۃ مریمؑ: ۲۱۔۲۲)

اللہ تعالیٰ کی رضا سے اس طرح حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰؑ کے لئے حاملہ ہوئیں لیکن کنواری رہیں۔ ان کا حمل ٹھہرنا اس دنیا کے عام علت و معلول سے بالاتر تھا اور حمل ٹھہرنے کے یہ حالات حضرت عیسیٰؑ کے معجزے کی خصوصیات میں سے تھے۔

حضرت مریمؑ کا علاقے سے دور جانا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

''تو وہ اس بچے کے لئے حاملہ ہو گئیں اور اسے لیکر ایک دور جگہ چلی گئیں'' (سورۃ مریمؑ: ۲۲)

اس دور جگہ کو انہوں نے اپنے لئے عافیت گاہ بنایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اپنی توفیق ورضا سے مدد کی اور ان کی حفاظت فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے دوران حمل ان کی تمام مادی اور نفسیاتی ضروریات کو پورا کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مریمؑ کے اس طرح معاشرے کو ترک کرنے کی کئی وجوہات ہیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے معاشرے کے لوگوں کی تنقید سے بچایا کیونکہ وہ لوگ ان کی اس معجزانہ کیفیت کو سمجھنے سے قاصر تھے، اس نے ان کو اس قابل بنایا کہ وہ اپنا وقت قناعت، توکل اور امن وسکون سے گزاریں۔ بعد میں ایک اور معجزے کی مدد سے اللہ تعالیٰ نے ان کی معجزانہ کیفیت کو ظاہر کیا۔ اور ان کے خلاف لگائی گئی الزام تراشیوں اور تہمتوں کو جھوٹا ثابت کیا اور ان کو اس بہتان سے بری قرار دیا۔

پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور حضرت مریم علیہا السلام کو خدائی مدد

اللہ تعالیٰ نے دوران حمل حضرت مریمؑ کی بھرپور مدد فرمائی۔ وضع حمل کا وقت عورت کیلئے نہایت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اور خاص طور پر اس وقت جبکہ طبّی آلات اور کسی دایہ کے بغیر، اس کے باوجود حضرت مریمؑ نے اللہ تعالیٰ پر توکل سے ان تمام مصائب اور پریشانیوں کو برداشت کیا اور اسی کی توفیق سے ان پر قابو پایا۔ جب وہ کھجور کے تنے کے پاس وضع حمل کے وقت درد کی ٹیس میں مبتلا تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی وحی کے ذریعے مدد فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، غم نہ کرو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قدموں تلے ایک ندی پیدا کر دی۔ اور ان سے یہ فرمایا کہ اس کھجور کے درخت کو ہلانا چاہیے تاکہ وہ اس سے تازہ پکی ہوئی کھجوریں حاصل کرے اور کھائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سے مزید یہ بھی فرمایا کہ پانی پئیں اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشیں، اس کے نتیجے میں انہوں نے بہترین حالات میں بچے کو جنم دیا۔ اللہ تعالیٰ ان واقعات کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''پھر دردِ زہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے آیا۔ کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی۔ اس وقت ان کے نیچے کی جانب سے فرشتے نے ان کو آواز دی کہ غمناک نہ ہو۔ تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔ اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی۔ تم کھاؤ پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی ہے تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہیں کرونگی''۔ (سورۃ مریم: ۲۳-۲۶)

اس حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، معاونت و مدد اور حفاظت روشن اور واضح تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریمؑ کو کی گئی نصیحت کو جدید سائنس نے ثابت کر دیا ہے۔ اب ہم اس نصیحت کا مزید تفصیل سے تجزیہ کرتے ہیں۔

غ م ن اک ن ہ ہو

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مریمؑ نے اپنے لوگوں اور معاشرے کو اس لئے ترک کیا تھا کہ وہ ان لوگوں کے ہتک آمیز رویہ سے جو کہ ان معجزانہ حالات کا احاطہ نہیں کر سکتے تھے دور رہیں اور اس طرح حضرت مریمؑ کو نفسیاتی طور پر پُر سکون ماحول میسر آسکے۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ وہ غمناک نہ ہوں اور ان پر اپنی طرف سے رحمت، حفاظت اور عنایت عطا کر دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مریمؑ کے ترکِ معاشرہ کر کے دور مقام تک جانے اور اس نصیحت میں بہت بڑی حکمت و دانائی مضمر ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو کبھی بھی دکھ اور غم کے آگے جھکنا نہیں چاہیے یا ہار نہیں ماننا چاہئے۔ بلکہ ان حالات میں ان کو خدا تعالیٰ پر مزید بھروسہ رکھنا چاہئے اور یہ بھروسہ، توکل اور اللہ تعالیٰ پر ایمان صرف اس وقت ممکن ہوتا ہے جب وہ اس بات کو جانتے ہوں کہ مدد ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

یہ وہ رویہ ہے کہ جس کی توقع تمام مومنین سے کی جاسکتی ہے، جدید سائنس نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ ڈاکٹر عورتوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ حمل کے دوران اور بچے کو جنم دیتے وقت مثبت رویہ اختیار کریں۔ اور غم اور ذہنی دباؤ سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ نصیحت کہ آنکھیں ٹھنڈی رکھو کا مطلب ہے کہ غم اور تکالیف کے سامنے نہ جھکنا اور عطیہ خداوندی کی خوشخبری سے خوش ہونا۔

کھجوریں کھاؤ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو نصیحت کی کہ وہ تازہ پکی ہوئی کھجوریں کھائے۔ آج کل یہ کھجوریں خوراک اور دوائی کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔ سائنسدان اب اس بات کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ کھجوروں میں دس سے زائد ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو کہ انسانی جسم کی صحت مند نشوونما کے لئے ضروری ہیں۔

کھجور میں بکثرت زود ہضم اور نفوذ پذیر شکر کے اجزاء شامل ہوتے ہیں جو کہ انسانی جسم کی حرکت اور حرارت کے لئے توانائی مہیا کرتے ہیں۔ اور اس سے بھی زیادہ اہم یہ کہ یہ شکر گلوکوز کی قسم کی بجائے فراکٹوز قسم کی ہے جو کہ فوری طور پر خون میں شوگر کی سطح کو بڑھا دیتی ہے۔ کھجور توانائی کا اہم ذریعہ ہے اور یہ پٹھوں کی بافتوں اور عصبی خلیہ کی نشوونما میں مدد دیتی ہیں اور جو لوگ بیماری کی وجہ سے جسمانی کمزوری اور تھکن محسوس کرتے ہیں، ان کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں کیلری کی بڑی مقدار موجود ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ۱۰۰ گرام کھجور میں ۵. ۱ گرام پروٹین ہوتی ہے اور جب کہ اس میں ۵۰ گرام نشاستہ ہوتا ہے مزید برآں اس کی کیلری کی قدر ۲۲۵ کیل ہے۔ تازہ کھجوروں میں ۱۵۔۶۰ فیصد شوگر کے اجزاء ہوتے ہیں جب کہ ۲ فیصد پروٹین ہوتی ہے۔

موجودہ دور کے جدید طبّی نتائج یہ اخذ کرتے ہیں کہ کھجوریں خاص طور پر ان عورتوں کے لئے نہایت ہی مفید ہیں جو کہ بچہ جنم دینے کے نزدیک ہیں۔ ڈاکٹر آج کل حاملہ عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے مشورہ دیتے ہیں کہ وضع حمل کے نزدیک یعنی متوقع تاریخوں میں فریکٹوز پر مشتمل خوراک استعمال کریں کیونکہ اس طرح کی

خوراک کمزور جسم کو توانائی اور اس کی تقویت کو بحال کرتی ہے اور اس کا دودھ پیدا کرنے والے ہارمونز پر فوری اثر ہوتا ہے۔اس طرح عورت کے جسم میں دودھ پیدا کرنے میں مدد ملتی ہے اور اس کے علاوہ دودھ کی مقدار میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

یہ معلومات اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریمؑ کو کی گئی نصیحت میں کچھ مخفی حکمت اور دانائی کو آشکار کرتی ہیں۔ایک اور قابل غور و فکر وہ معاملہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹی سی ندی بنائی اور اس طرح حضرت مریمؑ کو نصیحت کی کہ کھاؤ اور پیو۔ان سائنسدانوں نے ہمیں یہ بھی معلومات دی ہیں کہ انسان کئی سال تک کھجور اور پانی پر گزارہ کر سکتا ہے کیونکہ ان میں وہ تمام ضروری اجزاء موجود ہیں جو کہ انسانی زندگی کی بقا کے لئے اہم ہیں (۲)
در حقیقت اس مضمون اور موضوع کے ایک مشہور و معروف ماہر وی۔ایچ۔ڈبلیو واٹسن یہ مشورہ دیتے ہیں کہ روزانہ ایک گلاس دودھ اور ایک کھجور ایک شخص کی روزانہ کی خوراک کی ضروریات کے لئے کافی ہے۔(۳)
کھجوریں مختلف اقسام کے وٹامنز پر مشتمل ہوتی ہیں (مثال کے طور پر اے، بیٹا کاروٹین، بی ون، بی ٹو، اور بی سِکس) اور اس کے علاوہ معدنیات (مثال کے طور پر سوڈیم، پوٹاشیم، کیلشیم، فائبر، آئرن، سلفر، فاسفورس اور کلورین) پر مشتمل ہوتی ہیں۔اس کے علاوہ اس میں فائبر، تیل یا روغن اور پروٹین بکثرت پائے جاتے ہیں۔ان میں سے کچھ یقینی فوائد مندرجہ ذیل ہیں۔

* کھجور کی غذائی قدر اس میں موجود معدنیات کے توازن پر منحصر ہے، طویل مدت کی بیماری اور جسمانی خدوخال کی تبدیلی کے دوران پوٹاشیم کی کمی محسوس ہوتی ہے۔لہٰذا اس کی جگہ تعدیلی یا اضافی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔لہٰذا یہاں پر اس پھل میں موجود پوٹاشیم کی بڑی مقدار کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔کیونکہ اس کا کام جسم میں پانی کی سطح کو بحال کرنا ہوتا ہے۔

* آئرن یا فولاد سرخ سیل میں ہیمو گلوبن کی ترتیب کو کنٹرول کرتا ہے جو کہ حمل کے دوران خون کے سرخ ذرات کی کمی کو دور کرتا ہے۔اور اس طرح خون کے سرخ خلیے (RBC) کے توازن کو برقرار رکھتا ہے جو کہ بچے کی نشوونما کے لئے نہایت ہی اہم ہے۔اس میں آئرن کے زیادہ اجزاء کی وجہ سے تقریباً ۳/۲ کلو کھجوریں جسم میں پورے آئرن کی ضروریات کیلئے کافی ہوتی ہیں اور اس طرح یہ آئرن کی کمی کی وجہ سے تمام شکایات کا ازالہ کرتی ہے۔
* کیلشیم اور فاسفورس انسانی جسم کے ڈھانچے اور ہڈیوں کی بناوٹ کی نشوونما اور توازن میں اہم عناصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔کھجور خون میں سرخ ذرات کی کمی کو دور کرتی ہے اور ان کی اور ہڈیوں کی حفاظت کرتی ہے اور اس طرح اپنے اندر موجود غذائی ضروریات کی کثرت اور فاسفورس، کیلشیم اور آئرن کے اجزاء کی بڑی مقدار کی وجہ سے بیماریوں کے خدشے کو کم کرتی ہیں۔

* سائنسدان اب اس بات کی بھی نشاندہی کرتے ہیں کہ کھجوریں ذہنی دباؤ اور تذبذب کی سطح کو بھی کم کرتی ہیں۔برکلے یونیورسٹی میں کی گئی ایک تحقیق یہ واضح کرتی ہے کہ کھجوروں میں وٹامن بی ون (جو کہ نروو ٹامن ہے) اور میگنیشیم (جو کہ پٹھوں کے افعال کے لئے ضروری ہیں) بکثرت پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں ایک مضبوط اعصابی نظام کے لئے نہایت ضروری ہیں۔میگنیشیم بھی گردوں کے نظام کے لئے نہایت ضروری ہے اور روزانہ دو سے تین کھجوریں سارے دن کی میگنیشیم کی ضروریات کے لئے کافی ہیں (۴)
* کھجوروں میں فولک ایسڈ بھی موجود ہوتا ہے (جسے وٹامن B 9 کہتے ہیں) اور یہ خاص طور پر حاملہ عورتوں کے لئے نہایت ہی اہم ہوتا ہے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ خون کے نئے سیل کی بناوٹ، امینیو ایسڈ کی پیداوار اور نئے سیل کی نشوونما کے لئے نہایت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے۔اس کے نتیجے میں ایک حاملہ عورت کو عام روزانہ خوراک کی مقدار کا ڈگنا فولک ایسڈ درکار ہوتا ہے۔اگر جسم میں فولک ایسڈ کی کمی واقع ہو جائے تب سائز میں بڑے مگر کم فعال سرخ

خلیے بنیں گے اور اس طرح خون میں سرخ ذرات کی کمی واقع ہو جائے گی۔

فولک ایسڈ جو کہ خلیہ کے جین کی بناوٹ یا نشوونما، اور اس کی تقسیم کے لئے نہایت ہی اہم ہے، یہ وہ واحد جزو ہے جو کہ حمل کی دوران دُگنی مقدار میں درکار ہوتا ہے۔ کھجوروں میں فولک ایسڈ بکثرت پایا جاتا ہے۔

*حمل کے دوران ایک عورت میں روزانہ وٹامن اے کی ضروریات ۸۰۰ug تک بڑھ جاتی ہیں، کھجوریں نہایت ہی اہم اے: بیٹا کارٹین سے بھرپور ہوتی ہیں (۵)

*اکثر دوسرے پھلوں میں پروٹین کی کمی ہوتی ہے مگر کھجوروں میں اچھی خاصی تعداد میں پروٹین کے اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ (۶)
* اوکسیٹوسن جدید طب کی اصطلاح میں وضع حمل کے عمل کو تیز کرتا ہے اور اسے "فوری پیدائش" کے معاون کے طور پر جانا جاتا ہے۔ یہ پیدائش کے بعد دودھ کی پیداوار میں اضافے کی سطح کو بڑھاتا ہے۔ (۷)

*ہمارے پیارے نبی ﷺ مندرجہ ذیل احادیث کے ذریعہ کھجوروں کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔
"ایک گھرانہ جس کے پاس کھجوریں ہوں وہ کبھی بھی بھوکا نہیں رہ سکتا" (۸)

یہ ایک نہایت ہی اچھی اور مفید نصیحت ہے۔
کھجوروں پر ہماری جملہ معلومات حضرت مریمؑ پر اللہ تعالیٰ کی ان گنت حکمت اور رحمتِ خداوندی کو آشکار کرتی ہیں۔ حضرت مریمؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور دانائی سے متاثر کیا اور ان کی تمام خوراک کی ضروریات کو کھجور سے پورا کیا، اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کے لئے بچے کی پیدائش میں آسانی پیدا کی۔ (اللہ بہتر جانتا ہے)

اللہ تعالیٰ کا ایک ندی کو پیدا فرمانا
اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ سے فرمایا کہ اس نے ان کے قدموں کے نیچے ایک ندی پیدا کر دی ہے تا کہ وہ کھائے، پیئے اور اپنی انکھوں کو ٹھنڈا رکھے۔

*کھجور کی طرح پانی بھی وضع حمل کے درد کو آسان کرتا ہے اور پٹھوں کے دباؤ کو درست کرتا ہے، اصل میں جدید دور میں کچھ زچگی مراکز ایسے ہیں جہاں پر پانی کے پُول میں وضع حمل کرایا جاتا ہے۔

*پانی جو کہ انسانی زندگی کے لئے ناگزیر ہے اور جسم کی بہتر نشوونما کے لئے نہایت ہی اہم ہے، یہ جسم کے درجہ حرارت کو مناسب سطح پر رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے. اس کے علاوہ خوراک کے عناصر اور آکسیجن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے اور جسم سے فاضل مواد سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کلیدی کردار سرانجام دیتا ہے۔ یہ جوڑوں کی صحت بخش حرکت کو یقینی بناتا ہے' جلد کی نمی اور لچک کو برقرار رکھتا ہے۔ نظام انہضام اور ٹشوز اور جسم کے اعضاء کو تحفظ فراہم کرتا ہے' پانی

آج کل کے علاج (تھراپی) میں وسیع پیمانے پر استعمال کیا جارہا ہے۔ پانی کا استعمال ایمیون سسٹم (بیماریوں کے خلاف مدافعت کے عمل) کو تیز کرتا ہے۔ درد کو کم کرتا ہے' گردشِ خون اور میٹابولزم کو بڑھاتا ہے" (۹)

*حمل کے دوران پانی کئی وجوہات کی بنا پر اہم ہوتا ہے۔ اس دوران پانی کے استعمال کی خاص طور پر ضرورت بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ بچے کی نشو و نما اور خون کی مقدار بڑھ جاتی ہیں۔ وہ خواتین جو اپنا دودھ بچے کے لئے منتخب کرتی ہیں۔ ان کو ضروری دودھ پیدا کرنے کے لئے اچھی خاصی مقدار میں پانی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یہ دیکھتے ہوئے کہ دودھ میں ۸۷ فیصد مقدار پانی کی ہوتی ہے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس کی پیداوار کتنی اہم ہے۔

*پانی بچے اور ماں کے خون میں موجود الیکٹرولائیٹس کے توازن کو برقرار رکھتا ہے۔ حمل کے دوران اخراج شدہ ہارمونز جسم میں مائع کے استعمال کے مختلف طریقوں کو بدل دیتے ہیں۔ عورت کے حمل کے آخری دور میں خون کی مقدار ۱۵۰ فیصد تک بڑھ جاتی ہے اور سانس کے دوران پانی کی کمی کافی زیادہ ہو جاتی ہے' ایمینیون فلویڈ، جس میں بچے کی نشو و نما ہوتی ہے ہر تین گھنٹے بعد اس کی تجدید ہوتی ہے' تاہم پانی کی مناسب مقدار میں کمی یعنی ڈی ہائیڈریشن کے نتیجے میں اس میں کمی ہو سکتی ہے۔

*ڈی ہائیڈریشن کے نتیجے میں وقت سے پہلے بچے کی پیدائش ہو سکتی ہے۔ اس حالت میں کچھ ہارمونز کا اخراج ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ دوسرے ہارمونز لے لیتے ہیں جو کہ دردزہ کو اور بھی تیز کرتے ہیں' وہ واقعات جس میں بچے کی قبل از وقت پیدائش کے خطرات رہتے ہیں' ان حالات میں وین کے ذریعے سے مائع خوراک دے کر علاج کیا جاتا ہے۔ یہ ایک عمل ہے جو کہ پانی کی افادیت کو ظاہر کرتا ہے' اس طرح کی قبل از وقت پیدائش کی پریشانی کا علاج (تھراپی) مائع خوراک کے ذریعے کیا جاتا ہے۔

*پانی انسانی جسم میں موجود نقل و حمل کے نظام کو بہتر بناتا ہے۔ یہ خون کے بہاؤ کے ذریعے خوراک اور آکسیجن وغیرہ کو ایمبریو تک لے جاتا ہے' اور اس طرح اُن بیماریوں کے خدشات کو دور کیا جا سکتا ہے جس کی وجہ سے قبل از وقت بچے کی پیدائش یا پھر حمل ضائع ہونے کی وجہ ہو سکتی ہے۔ پانی کی وافر مقدار سے اس طرح کے انفیکشن کے اندیشے کو کم کرنے میں کمی ہو سکتی ہے۔(۱۰) ڈاکٹر حاملہ عورتوں کو تجویز کرتے ہیں کہ دورانِ حمل پانی کی ضروریات ۵۰ فیصد تک بڑھ جاتی ہیں، اگر جسم میں پانی کی مقدار کم پڑھ جائے تو جسم میں بہت سے سیال مادے کم پڑ سکتے ہیں اور اس کے نتیجے میں مختلف قسم کی شکایات دیکھنے میں آئی ہیں۔(۱۱)

جدید سائنسی ترقی حضرت مریمؑ کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے بنائی گئی ندی میں مخفی حکمت اور دانائی کو ظاہر کرتی ہے 'اس کے علاوہ یہ نعمت کہ کھجور کھاؤ اور پانی پیو میں بھی حکمت اور دانائی پنہاں ہے' یہ تمام حالات و واقعات اللہ تعالی کے لا محدود علم اور حکمت و دانائی کے واضح ثبوت ہیں۔

حضرت مریمؑ کا کھجور کے درخت کو ہلانا

''اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ، تم پر تازہ تازہ کھجوریں جھڑ پڑیں گی''(سورۃ مریم:۵۲)

ڈاکٹر کہتے ہیں کہ وضعِ حمل کے دوران اگر عورت کسی چیز کو پکڑ کر اپنی طرف زور سے کھینچے تو اس سے پٹھوں پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ وضع حمل کے دوران دردِ زہ کو کم کرنے اور بچے کی محفوظ پیدائش کے لئے ڈاکٹر عورتوں کو کچھ خاص ورزشوں کی ہدایت یا نصیحت کرتے ہیں۔ اس طرح کی ورزش سے جسم میں دباؤ کم ہوتا ہے اور پیدائش کے وقت مختلف قسم کی پیچیدگیوں کے اندیشے کو کم کیا جا سکتا ہے (۲۱)

ڈاکٹر یہ بھی مشورہ دیتے ہیں کہ وضع حمل کے دوسرے مرحلے پر کشش ثقل سے فائدہ اٹھانے کے لئے عورت کا سر تھوڑا سا اوپر اٹھا ہونا چاہیے۔ اس طرح ہسپتال کے ڈلیوری روم میں ایسے مناسب اور موزوں بستر ہوتے ہیں جن کے ساتھ پیڈل اور پائے دان لگے ہوتے ہیں جس سے حاملہ عورت بچے کی پیدائش انتہائی آرام دہ حالت میں کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

دوسرے معالج اپنے مریضوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ وضع حمل کے دوران زچگی کے لئے بنائی گئی مخصوص کرسیوں پر دوزانوں ہو کر بیٹھیں۔ موجودہ دور کی ٹیکنا لوجی کی ترقی سے پہلے کچھ بر تھ رومز اس خصوصیت کے حامل ہوتے تھے کہ ان میں چھت سے ایک رسہ لٹکا ہوتا تھا۔ جس کو حاملہ عورت وضع حمل کے دوران استعمال کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ اور اپنے آپ کو اوپر کھینچتی تھی تاکہ زچگی کے عمل میں آسانی ہو۔ یہ تمام طریقے نظریاتی اور از روئے منطق معاون اور مددگار ہیں (۳۱) شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت مریمؑ سے کہا کہ کھجور کے درخت کو ہلاؤ۔ (اللہ بہتر جانتا ہے)

حضرت مریمؑ کی اپنی قوم میں واپسی

جب حضرت مریمؑ حضرت عیسیٰؑ کے ہمراہ اپنے لوگوں میں واپس آئیں تو ان کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اس معجزے کو نہ سمجھا۔ لہٰذا انہوں نے ان کے خلاف نازیبا باتیں کرنا شروع کر دیں۔ اور پر الزام تراشی کی۔ حالانکہ وہ سب یہ جانتے تھے کہ حضرت مریمؑ بحیثیت آلِ عمران متقی اور زاہدہ ہیں۔ وہ خوف خدا رکھتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم کرتی ہیں۔ ان کا کردار اور شخصیت بے داغ تھی اور وہ ہمیشہ اپنی عصمت کی حفاظت کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ پر لگائی جانے والی الزام تراشی اور بہتان کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

''پھر وہ اس بچے کو اٹھا کر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس لے آئیں۔ وہ کہنے لگے کہ مریم یہ تو تُو نے بُرا کام کیا۔ اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی بد اطوار آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار تھی۔'' (سورۃ مریم: ۲۷۔ ۲۸)

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حضرت مریمؑ کی بہت بڑی آزمائش تھی کیونکہ ایک متقی عورت ہونے کے باوجود ان کو اس طرح کی الزام تراشیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ وہ اللہ تعالیٰ کی عزت و تکریم اور جاہ و جلال سے بھی متاثر تھی۔ ان لوگوں نے ان کے بے عیب اور قابل احترام کردار کو نظر انداز کر دیا۔ وہ اپنی اور خاندان کی نیک نامی کے باوجود ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھتیں تھیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین اور بھروسہ رکھتے ہوئے وہ یہ جانتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ان کی بہترین مددگار اور محافظ ہو گی۔

حضرت مریمؑ کا کلام نہ کرنے کا روزہ

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حضرت مریمؑ کی دعاؤں کو سخاوت اور رحمدلی سے شرف قبولیت بخشی اور خاص طور پر اس آزمائش کے وقت بھی ان کو روحانی سکون نصیب فرمایا۔ وہ یہ جانتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس الزام سے بری قرار دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد و پیمان لیا کہ وہ کسی سے کلام نہیں کریں گی۔

''تو کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اگر تم کسی آدمی کو دیکھو تو کہنا کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی تو آج میں کسی آدمی سے ہرگز کلام نہیں کروں گی'' (سورۃ مریمؑ: ۲۶)

یہ وہ بات تھی جو کہ انہوں نے اپنے لوگوں سے کہی۔

اس کے بعد انہوں نے صرف حضرت عیسیٰؑ کی طرف اشارہ کیا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ کے ذریعہ فرمایا :

''اور وہ ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر دونوں حالتوں میں لوگوں سے یکساں گفتگو کرے گا اور نیکوکاروں میں ہو گا'' (سورۃ آلِ عمران: ۴۶)

جب لوگوں نے ان کے روبرو ان پر بہتان لگایا۔

جب کہ حضرت عیسیٰؑ ابھی پنگھوڑے میں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سے اس عمر میں باتیں کرواکر حضرت مریمؑ کے لوگوں کوایک بہت بڑا معجزہ دکھایا۔ ان الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ حضرت مریمؑ پر لگائے گئے الزام سے بری کر دیااور اس کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰؑ کا تعارف بھی کروادیااور ان پر واضح کیا کہ وہ بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے پیغمبروں میں سے ایک ہیں۔

''تو مریم نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بولے کہ ہم اس سے کہ گود کا بچہ ہے کیونکر بات کریں۔ بچے نے کہا میں خدا کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔ اور جب تک زندہ ہوں مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا ارشاد فرمایا ہے۔ اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔ اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا مجھ پر سلام و رحمت ہے۔ یہ مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ ہیں اور یہ سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں''

(سورۃ مریمؑ: ۹۲-۴۳)

اس معجزے کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کے لوگوں کو حیران و ششدر کر دیا۔

یہ کہہ کر کہ

''اور ان مریمؑ کو بھی یاد کرو جنہوں نے اپنی عفت کو محفوظ رکھا۔ تو ہم نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ان کو اور ان کے بیٹے کو اہل عالم کے لئے نشانی بنادیا'' (سورۃ الانبیاء: ۱۹)

اللہ تعالیٰ نے ماں بیٹے دونوں کو دوسرے لوگوں پر فضیلت و برتری عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کے اعلیٰ کردار، انکی عصمت اور پرہیز گاری کو ان الفاظ کے ذریعہ بیان کیا۔ اور اس طرح ان لوگوں کو شکست دی جنہوں نے ان پر الزام تراشی کی۔

یہ کہتے ہوئے کہ

''اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ اور ان کی ماں کو اپنی نشانی بنایا تھا۔ اور انکو ایک اونچی جگہ پر جو رہنے کے لائق تھی اور جہاں نتھرا ہوا پانی جاری تھا، پناہ دی تھی'' (سورۃ المومنون: ۰۵)

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ ان لوگوں پر یہ واضح کر دیا کہ ان واقعات کے بعد بھی حضرت عیسیٰؑ

ؑ اور ح ض ر ت م ر ی م ؑ ال ل ہ ت ع ال ٰی ک ی ر ح م ت ک ے س ا ئ ے ت ل ے ز ن د گ ی گ ز ا ر ی ں گ ے ۔

جنہوں نے حضرت مریمؑ پر بہتان لگایا

ان معجزوں نے بنی اسرائیل پر یہ ثابت کر دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ اور پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو دوسرے لوگوں پر فضیلت دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے حضرت مریمؑ پر بہتان لگایا ان کو سخت عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

''اور ان کے کفر کے سبب اور مریمؑ پر ایک بہتان عظیم باندھنے کے سبب۔ اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ مسیح کو جو خدا کے پیغمبر کہلاتے ہیں، قتل کر دیا ہے۔ خدا نے انکو ملعون کر دیا۔ اور انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں، وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پیروی ظن کے سوا ان کو اسکا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔'' (سورۃ النساء: ۱۵۶-۱۵۷)

حضرت مریمؑ کا اعلیٰ طرز عمل اور کردار

حضرت مریمؑ تمام مسلمان عورتوں کے لئے مثالی نمونہ ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی تمام زندگی پاکدامنی اور پاکبازی میں گزاری، قرآن کا انداز بیان استعمال کرتے ہوئے ،اللہ تعالیٰ نے ان کی پرورش نہایت ہی خوبصورت اور اعلیٰ انداز سے کی۔ اور اس طرح ان کو نہایت ہی اہم ذمہ داری سونپی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آل عمران کی طرح حضرت مریمؑ کا بھی انتخاب کیا اور ان کو نہایت ہی متقی اور وفادار اور فرمانبردار افراد کی لڑی میں پرویا اور ان کو اپنے نیک ،متقی اور برگزیدہ لوگوں میں سے اٹھایا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے عظمتِ کردار کا انتخاب حضرت زکریاؑ کے ذمہ ان کی تعلیم وتربیت لگا کر کیا۔ جب وہ سن بلوغت کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی ذات پر اپنی قدرتوں کو نمایاں کرنا شروع کر دیا۔ تب حضرت مریمؑ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت، تحفظ اور رحمدلی کا نزول اپنی ذات پر نمایاں دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کی ایک واضح مثال یہ بھی تھی کہ جب وہ عبادت کرتی تو ان کو وہاں پر رزق مہیا کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کا تعارف حضرت جبرائیلؑ سے کروایا جنہوں نے اپنے الفاظ میں حضرت مریمؑ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور لطف و کرم کا ذکر کیا۔

حضرت مریمؑ نے اپنی بے داغ و بے عیب اخلاقی بلندی اور راست بازی اور رویے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حقیقی تقویٰ اور وفاداری کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے اپنے عزمِ صمیم، دینی جذبے اور غیر مشروط اطاعت گزاری کے ذریعے عمیق بصیرت و دانش اور حقیقی والہانہ وابستگی کا بھی اظہار کیا۔

سخت مشکل لمحات میں تنہائی ان کے لئے نہایت ہی صبر آزما گھڑی تھی کیونکہ اس تنہائی میں بظاہر ان کا کوئی معاون و مددگار نہ تھا۔ عام طور پر تنہا لوگ بے یاری و مددگاری اور غمگینی کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں لیکن حضرت مریمؑ نے ایسا نہ کیا کیونکہ انہوں نے اپنی تمام آس و امید اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر لگایا ہوا تھا۔ انہوں نے مسلسل اللہ تعالیٰ کی نصرت و مدد چاہی۔ وہ یہ جانتی تھی کہ ان کو صرف عبادت اور فرمانبرداری اللہ تعالیٰ سے کرنے کی ضرورت ہے اور اسی کی رہنمائی و اطاعت کی ضرورت ہے چاہے حالات کتنے ہی سخت اور کھٹن امتحان اور آزمائش کیوں نہ ہوں انہوں نے بے بسی اور ذہنی دباؤ کی حالت میں بھی امید کا دامن نہ چھوڑا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت قبول کر لی تھی۔ اور وہ یہ سب جانتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ وہ تمام برے وقتوں کو اچھے

وقت میں تبدیل کردے گااور ان تمام مشکلات کااحسن طریقے سے خاتمہ کردے گا۔اس طرح ہر مشکل وقت میں اللہ تعالٰی نے ان کے لئے بہترین حل نکالا۔اپنی رحمت سے ان کی معاونت اور مدد و نصرت فرمائی،اور تمام مشکلات و مصائب کو بہتری اور خوشحالی میں بدل ڈالا۔

ان کی ناتجربہ کاری بھی ان کی آزمائش کا ایک اہم پہلو تھی۔وہ اللہ تعالٰی کے حکم سے حاملہ ہوئیں۔اور تنہا ہی بچے کو جنم دیا۔وہ بالکل تن تنہا تھیں۔ان حالات یعنی حمل کے دوران اور وضع حمل میں کیا کرنا ہے،وہ ان تمام باتوں سے ناآشنا تھیں۔انہوں نے مایوسی کا مقابلہ کیا اور اعلٰی کردار اور طرز عمل کا مظاہرہ کیا اور اپنی قوتِ ارادی اور عزم صمیم کا بھرپور مظاہرہ کیا۔مزید برآں ان کو وہ ذہنی سکون حاصل تھا کہ جس حالت میں انسان کو اللہ تعالٰی کی طرف سے انعام و اکرام اور مدد کا یقین ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالٰی نے ان کی مشکلات کو آسان کیا اور ان کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔

حضرت مریمؑ کے عظمتِ کردار کی ایک اور نشانی ان کا وہ صبر تھا جس کا مظاہرہ انہوں نے انتہائی مشکل ذمہ داریوں کو نبھاتے ہوئے کیا۔ان کے بے دین لوگوں نے ان کے صبر کو آزمانے اور انکی عظیم اور قابل احترام حیثیت کا احاطہ کرنے کی ناکام کوشش کی۔اس طرح انہوں نے اپنے گمراہ کن علم کی بنیاد پر ان پر وہ الزام لگایا جو کام انہوں نے نہیں کیا تھا۔یہاں پر بھی انہوں نے اپنے اللہ تعالٰی پر بھروسہ کیا اور صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا۔انہوں نے اپنی قوت وطاقت، قوتِ ارادی اور عصمت کے لئے سمجھوتہ نہیں کیا، کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ ہر شئے اللہ تعالٰی کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ ضرور ان کو اس الزام سے بری کرے گا۔

اُن کے کردار کی ایک اور قابل مشاہدہ خصوصیت یہ تھی کہ انہوں نے اپنے لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنے میں عدم دلچسپی کا اظہار کیا۔انہوں نے صدق دل سے اپنے حقیقی خالق کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور اس طرح وہ ان کے الزامات اور نکتہ چینی سے محفوظ رہیں۔اپنے ایمان اور مذہبی وابستگی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہوں نے ایسے رویے کا مظاہرہ کیا کہ جس سے اللہ تعالٰی کی خوشنودی حاصل ہو۔اس کے نتیجہ میں اللہ تعالٰی نے ان کو اپنی رحمت سے نوازا۔

اپنے اوصاف حمیدہ کو دوسروں تک پہنچانے کے دو ہی طریقے ہیں: ایک قول اور دوسرا اخلاقی رویہ سے۔دوسرا طریقہ کئی گنا زیادہ موثر اور قابل قدر و ستائش ہے۔ کیونکہ یہی وہ حقیقی راستہ ہے اور اس کی کوئی مماثلت نہیں ہو سکتی۔اگر کوئی واقعی حقیقی طور پر زندہ دل ہے تو اس کی زندگی اور رویہ اس کے عقائد کو بھرپور منعکس کر سکتا ہے۔

حضرت مریمؑ نے اس اوصاف حمیدہ کا مظاہرہ کیا اور اس طرح اپنے عقیدے' رویے اور طرز عمل سے وہ مذہب کے لئے زندہ دعوت اور مثالی نمونہ بن گئیں۔اللہ تعالٰی نے ان کی دعا کا بڑے احسن طریقے سے جواب دیا۔مومنین جب حضرت مریمؑ کے مثالی کردار پر عمل پیرا ہوتے ہیں تو ان کا ایمان و یقین اور بھی گہرا ہوتا چلا جاتا ہے اور اس طرح وہ ان کے کردار کی تقلید خوش و خرم طریقے سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ابن مریم علیہا السلام)

پیغمبر حضرت عیسیٰؑ جو کہ اللہ تعالٰی کے اس دنیا اور آخرت میں برگزیدہ بندوں میں سے ایک ہیں،اللہ تعالٰی نے ان کو اپنی قوم کو صراط مستقیم کی طرف بلانے کی ذمہ داری سونپی۔اللہ تعالٰی نے حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کی انوکھے انداز میں نقشہ کشی کی،خاص طور پر ان لوگوں کے مقابلے میں جن سے حضرت عیسیٰ زندگی میں ملے۔ مثال کے طور پر وہ بن باپ کے پیدا ہوئے۔اللہ تعالٰی نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے سے حضرت مریمؑ کو وحی کی کہ وہ مسیحا ہوگا۔اور ان کی اور ان کی ماں کی بہت سی بے مثل خصوصیات تھیں۔ان میں سے ایک قرآن میں مذکور ہے:

"۔۔۔۔۔ مسیح یعنی مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نہ خدا تھے نہ خدا کے بیٹے بلکہ خدا کے رسول اور اسکا کلمۂ بشارت تھے جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے

ایک روح تھے۔۔۔۔۔‘‘(سورۃالنساء: ۱۷۱)

’’وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا کہ مریمؑ! خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض (بیٹے) کی بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح اور مشہور عیسیٰ ابن مریمؑ ہو گا اور جو دنیا اور آخرت میں عزت مند اور خدا کے خاصوں میں سے ہو گا‘‘(سورۃ آل عمران: ۵۴)

لفظ کلمہ

لفظ اللہ تعالیٰ کا کلمہ صرف حضرت عیسیٰؑ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ان کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ’’عیسیٰ مسیحؑ‘‘ بتایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلمہ ہو گا۔ یہ صرف ایک اشارہ ہے کہ وہ دوسرے ہم عصر لوگوں سے مختلف تھا۔

صرف قرآن ہی جس کا تا قیامت اللہ تعالیٰ نے حفاظت اور نہ بدلنے کا ذمہ لیا ہوا ہے یا وعدہ کیا ہوا ہے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں درست معلومات فراہم کرتا ہے۔ اور نئی انجیل کے برعکس قرآن یہ بیان کرتا ہے کہ پیغمبر عیسیٰؑ کو صلیب پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ اور قیامت سے پہلے آخری وقت میں ان کا دوبارہ ظہور ہو گا کیونکہ بہت سی احادیث ان کے حقائق کی تصدیق کرتی ہیں۔ اب ہم ان حقائق کا تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر نہیں چڑھایا گیا

رومن سپاہیوں اور یہودی پادریوں جن کے ذمہ پیغمبر عیسیٰؑ کو گرفتار کرنا تھا، وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کو صلیب پر چڑھایا گیا اور ان کی موت صلیب (کراس) پر ہوئی۔ تمام عیسائی ان بنیادی عقائد پر یقین رکھنے کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ ان کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور ان کو آسمان کی طرف بلند کیا یا اٹھایا گیا۔ تاہم قرآن اس کے برعکس مندرجہ ذیل معلومات فراہم کرتا ہے۔

’’اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو جو خدا کے پیغمبر کہلاتے تھے، قتل کر دیا ہے خدا نے ان کو ملعون کر دیا اور انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ ان

کو سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ انکے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروی ظن کے سوا ان کو اسکا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا" (سورۃ النساء: ۱۵۷)

"بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور خدا غالب اور حکمت والا ہے" (سورۃ النساء: ۱۵۸)

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ اس کے برعکس کہتے ہیں، وہ سچائی کا علم نہیں رکھتے۔ لوگوں نے کسی اور شخص کو پیغمبر عیسیٰؑ کی مردہ حالت میں دیکھا جبکہ پیغمبر عیسیٰؑ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا تھا۔

انبیاء علیہ السلام کا وصال

دوسرے انبیاء اور حضرت عیسیٰؑ کی وصال کے لئے استعمال کیے گئے الفاظ کا تجزیہ کرنے سے ایک اہم حقیقت آشکار ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں قرآن قتلہ (قتل کرنا) مماتا (مر جانا) ہلاکہ (تباہ ہو جانا) صلبہ (صلیب پر چڑھانا) اور دوسرے مخصوص الفاظ استعمال کرتا ہے۔ قرآن اس حقیقت کے بارے میں بہت واضح اور درست ہے کہ۔

"۔۔۔انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی ان کو سولی پر چڑھایا۔۔۔" (سورۃ النساء: ۱۵۷)

لوگوں کو حضرت عیسیٰؑ کی شبیہہ دکھائی گئی حالانکہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لیا۔

"اس وقت خدا نے فرمایا کہ عیسیٰؑ! میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں کی صحبت سے پاک کر دونگا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے، ان کو کافروں پر قیامت تک فائق و غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تم میں ان کا فیصلہ کر دوں گا" (سورۃ آل عمران: ۵۵)

بالفاظ دیگر حضرت عیسیٰؑ کا وصال نارمل حالات میں نہیں ہوا مندرجہ بالا آیت میں لفظ "توافا" مندرجہ ذیل طریقے سے استعمال ہوا ہے۔

توافا: مرنے کی وجہ ہونا، نیند کی حالت میں واپس لے جانا، یا واپس لے جانا

"میں نے ان سے کچھ نہیں کہا۔ بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا وہ یہ کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور جب تک میں ان میں رہا، ان کے حالات کی خبر رکھتا رہا اور جب تو نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو تو ان کا نگران تھا۔ اور تو ہر چیز سے خبردار ہے"

(سورۃ المائدہ: ۱۱۷)

یہاں جو مفہوم استعمال کیا گیا ہے، وہ عربی کے لفظ توافا سے لیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل جس سے کسی کو واپس بلا لیا جائے، نیند کی حالت میں یا موت یا پھر حضرت عیسیٰؑ کے معاملے میں، ان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں واپس بلا یا گیا نہ کہ قتل کر کے یا موت دے کر۔ اس لفظ کو ایک اور آیت میں نیند کی حالت میں کسی شخص کو واپس بلا لینے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

''اور وہی تو ہے جو رات کو سونے کی حالت میں تمہاری روح قبض کر لیتا ہے۔ اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے۔ پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی مدت معین پوری کر دی جائے پھر تم کو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس روز وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے رہتے ہو ایک ایک کر کے بتائے گا''

(سورۃ الانعام: ٦٠)

اللہ تعالیٰ فرمایا ہے کہ عیسیٰؑ کو نہ ہی قتل کیا گیا اور نہ ہی سولی پر لٹکایا گیا بلکہ لوگوں کو ان کی صورت میں شبیہہ دکھائی گئی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو واپس بلا لیا (جیسا کہ نیند کی حالت میں) اور ان کو آسمان کی طرف اٹھا لیا۔ جبکہ دوسرے تمام انبیاء کے لئے اس طرح کے الفاظ جیسے قتلہ اور موتا استعمال کئے گئے ہیں۔ لہٰذا ہم یہ اخذ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو نیند کی حالت میں رکھا گیا اور پھر ان کو اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر کیا گیا، اور یہ کہ ان کی موت نہیں ہوئی جیسا کہ ہم جانتے ہیں اور یہ کہ جو ہمارے پاس ہے، وہ ہمارے خیالات ہیں (اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔)

پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ ظہور

قرآن پاک کی بہت سی آیات حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ ظہور کا حوالہ دیتی ہیں۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱)''اس وقت خدا نے فرمایا کہ عیسیٰؑ! میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تمہیں کافروں کی صحبت سے پاک کر دونگا اور جو لوگ تمہاری پیروی کریں گے، ان کو کافروں پر قیامت تک فائق و غالب رکھوں گا۔ پھر تم سب میرے پاس لوٹ کر آؤ گے۔ تو جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے اس دن تم میں ان کا فیصلہ کر دوں گا۔''(سورۃ آل عمران: ۵۵)

اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار ہیں اور جو کہ قیامت تک کفار کے مقابلے میں اعلیٰ و برتر ہونگے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو کہ قیامت کے دن تک ان کی پیروی کریں گے۔ اگر ہم موجودہ دور کے عیسائیوں پر نظر دوڑائیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی مذہبی تعلیمات اور عقائد کو مسخ کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر ان کا یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے بیٹے (نعوذ باللہ) ہیں اور وہ نظریہ تثلیث کا حصہ ہیں (یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس) لہٰذا آج کل کے عیسائی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو توڑ کر حقیقی مذہب سے بہت دور ہو چکے ہیں، لہٰذا وہ عیسیٰؑ کے پیروکار نہیں سمجھے جاتے۔ قرآن تاکید کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ وہ لوگ جو اقانیم ثلاثہ پر یقین رکھتے ہیں، وہ کافر ہیں۔

''وہ لوگ بھی کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ خدا تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے اقوال و عقائد سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں، وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے۔

(سورۃ المائدہ: ۷۳)

لہٰذا وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں، ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر دوبارہ ظہور کے وقت ہر حالت میں ظاہر ہونا پڑے گا اور قیامت کے دن تک ان کا پلڑا کافروں پر بھاری رکھا جائے گا۔

(۲)۔''اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیگا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہونگے''(سورۃ النساء: ۱۵۹)

یہاں ان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات بالکل صاف اور واضح ہیں۔
''اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو جو خدا کے پیغمبر کہلاتے تھے، قتل کر دیا ہے خدا نے ان کو ملعون کر دیا اور انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ انکے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں اور پیروی ظن کے سوا ان کو اسکا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰؑ کو یقیناً قتل نہیں کیا'' (سورۃ النساء: ۷۵۱)
''بلکہ خدا نے انکو اپنی طرف اٹھالیا اور خدا غالب اور حکمت والا ہے'' (سورۃ النساء: ۸۵۱)
کچھ سکالر ''اس کے مرنے سے پہلے'' سے مراد اہل کتاب کی موت لیتے ہیں (یعنی یہودی اور عیسائی)۔ اس صورت میں ہر یہودی اور عیسائی کو اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لانا ہو گا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان کے علاقے کے یہودیوں کی ایک کثیر تعداد نے ان پر ایمان لانے سے انکار کر دیا تھا اور ان میں سے کچھ نے ان کو قتل کرنیکی کوشش بھی کی تھی۔ جو یہودی اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد پیدا ہوئے، وہ ان کے پیروکار نہیں کہلا سکتے کیونکہ وہ ایمان اور عقیدے کی قرآنی تعریف پر پورا نہیں اترتے۔

اور یہ کہ ''قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہونگے'' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا دوبارہ ظہور ہو گا۔ یہ تمام آیات حتمی طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائیں گے۔ یہ آیت مستقبل کی بات کرتی ہے کیونکہ یہ حضرت عیسیٰؑ کی موت کی بات کرتی ہے۔ تب یہ حوالہ دیتی ہے کہ تمام اہل کتاب ان پر ایمان لائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی واقعہ ابھی رونما ہونا باقی ہے۔

جیسا کہ ہم بعد ازیں ابواب میں تفصیل سے دیکھیں گے کہ اہل کتاب ان کو دیکھیں گے اور پہچان لیں گئے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی زندگی یعنی دوبارہ ظہور میں ان کے مسلمان پیروکار ہونگے اور حضرت عیسیٰؑ آخرت میں ان کے برتاؤ کی شہادت دیں گے۔

(۳) دوسری آیات میں انکے زمین پر دوبارہ ظہور کا ذکر ہے۔ جیسا کہ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:
''اور جب مریم (علیہاالسلام) کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) کا حال بیان کیا گیا تو تمہاری قوم کے لوگ اس سے چلاّ اٹھے اور کہنے لگے کہ بھلا ہمارے معبود اچھے یا وہ عیسیٰؑ؟ انہوں نے جو اس عیسیٰ (علیہ السلام) کی مثال بیان کی ہے تو صرف جھگڑے کو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو۔ وہ تو ایسے بندے تھے جن پر ہم نے فضل کیا اور بنی اسرائیل کے لئے ان کو اپنی قدرت کا نمونہ بنادیا اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنادیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے۔'' (سورۃ الزخرف: ۵۷-۶۰)

تب اللہ تعالیٰ نے ایک خاص خطاب یا لقب سے حوالہ دیا ہے یعنی ''وہ قیامت کی نشانی'' ہیں
''اور وہ (عیسیٰؑ) قیامت کی نشانی ہیں تو کہہ دو کہ لوگو اس میں شک نہ کرو اور میرے پیچھے چلو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔'' (سورۃ الزخرف: ۱۶)

یہ آیت صاف اور واضح نشاندہی کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا دوسرا ظہور ہو گا۔ وہ قرآن کی وحی سے تقریباً چھ صدیاں پہلے گزر چکے ہیں لہٰذا ہم ان کی پہلی زندگی کو قیامت کے دن کی نشانی نہیں کہہ سکتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت کے قریب دوبارہ آئیں گے۔ ایک ایسا دور جو کہ اس دن سے پہلے ہو گا۔ (اللہ بہتر جانتا ہے)

(۴)۔ اکثر دوسری آیات اس معجزانہ واقعہ کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

''وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب فرشتوں نے مریمؑ سے کہا کہ مریمؑ! خدا تم کو اپنی طرف سے ایک فیض (بیٹے) کی بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح اور

مشہور عیسیٰ ابن مریمؑ ہوگا اور جو دنیا اور آخرت میں عزت مند اور خدا کے خاصوں میں سے ہوگا اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر کا ہو کر دونوں حالتوں میں لوگوں سے یکساں گفتگو کرے گا اور نیکو کاروں میں ہوگا مریمؑ نے کہا پروردگار میرے ہاں بچہ کیوں کر ہوگا کہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ تک تو لگایا نہیں فرمایا کہ خدا اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ " ہو جا" تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ انہیں لکھنا پڑھنا اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائے گا"(سورۃ آل عمران (۴۵۔۴۸)

لیکن ان کو کونسی کتاب کی تعلیم دی جائے گی۔ اس سوال کا جواب مندرجہ ذیل آیت میں ملتا ہے جہاں پر وہی انداز بیان کیا گیا ہے۔

''جب خدا عیسیٰؑ سے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) ابن مریم! میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے روح القدس یعنی جبرائیلؑ سے تمہاری مدد کی۔ تم جھولے میں اور جوان ہو کر ایک ہی نسق پر لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی۔''(سورۃ المائدۃ: ۱۱۰)

جب ہم ان دونوں آیات میں کتاب کے حوالے کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کا اشارہ ''قرآن پاک'' کی طرف ہے جو کہ انسانیت کی رہنمائی کیلئے آخری وحی کردہ کتاب ہے۔ پہلی کتابیں تورات اور انجیل تھیں (تورات حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوئی اور یہ پرانے صحیفوں میں موجود ہے) ایک اور آیت میں قرآن کی جگہ لفظ کتاب تورات اور انجیل کی فہرست کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔

''خدا جو معبودِ برحق ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا۔ اس نے اے محمد (ﷺ) تم پر سچی کتاب نازل کی جو کہ پہلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے تورات اور انجیل نازل کی''(سورۃ آل عمران: ۲۔۳)

لہٰذا تیسری کتاب جو کہ حضرت عیسیٰ کو پڑھائی جا رہی ہے وہ قرآن ہے۔ ظاہر ہے اس کتاب یعنی قرآن کی وحی سے تقریباً ۶۰۰ سال پہلے وہ بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو چکے ہیں اُن کا دوبارہ ظہور ضرور ہوگا۔ ہمارے پیارے نبی پاک (ﷺ) کی احادیث کے مطابق حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) انجیل کی بجائے قرآن کے مطابق حکمرانی کریں گے یعنی جب وہ دوبارہ آئیں گے۔ (مزید معلومات کے لئے ہارون یحییٰ کی کتاب ''آثارِ قیامت'' دیکھیں (استنبول: گلوبل پبلی کیشن: 2003) یہ تشریح اس آیت کے معنی کی روشنی میں درست ہے (اللہ بہتر جانتا ہے)

(5) مزید برآں

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال خُدا کے نزدیک حضرت آدم کا سا ہے۔۔۔'' (سورۃ آل عمران: ۵۹)

یہ آیت بھی ہمیں حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ ظہور کے بارے میں معلومات دیتی ہے ' مذہبی سکالر یہ نشاندہی کرتے ہیں کہ دونوں انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ کے اپنی حکمت سے پیدا کیا، حضرت آدم کو لفظ کنُ کے ذریعے مٹی سے پیدا کیا۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی اس کے حکم کے مطابق بغیر باپ کے پیدا کئے گئے۔

جس طرح حضرت آدمؑ کو زمین پر اتارا گیا تھا، شاید اسی طرح قرب قیامت حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے زمین پر اتار اجائے گا (اللہ بہتر جانتا ہے)۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ جو آیات حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ ظہور کی نشاندہی کرتی ہیں، وہ بالکل صاف اور واضح ہیں ' مزید برآں قرآن پاک دوسرے انبیاء کے لئے اس طرح کا انداز استعمال نہیں کرتا۔ جس طرح کا انداز صرف حضرت عیسیٰؑ کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

(6) ایک اور آیت میں حضرت عیسیٰؑ کا ارتفاع کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے، (اور حضرت عیسیٰؑ نے کہا)

'' اور جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤنگا، مجھ پر سلام ورحمت ہے '' (سورۃ مریم: ۳۳)

اس آیت کو جب سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۵۵ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے، تب ایک اہم حقیقت آشکار ہوتی ہے، سورۃ آلِ عمران کی آیت ۵۵ حضرت عیسیٰؑ کے بارگاہِ ایزدی کی طرف اٹھائے جانے کے بارے میں نشاندہی کرتی ہے، اور یہ نہیں بتاتی کہ اُن کی موت واقع ہوئی یا اُن کو قتل کیا گیا۔ تاہم سورۃ مریم کی آیت نمبر ۳۳ اس

دن کا حوالہ دیتی ہے جب ان کو موت واقع ہو گی۔ دوسری موت صرف اس وقت ممکن ہے جب وہ ایک مرتبہ پھر زمین پر زندہ رہیں (اللہ بہتر جانتا ہے)۔

(7) ثبوت کے طور پر ایک اور لفظ "کہلًا" ہے جو کہ مندرجہ ذیل آیت میں مذکور ہے

''جب خدا عیسیٰؑ سے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) ابن مریم ! میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے روح القدس یعنی جبرائیلؑ سے تمہاری مدد کی۔ تم جھولے میں اور بڑی عمر (پکی عمر) کے ہو کر ایک ہی نسق پر لوگوں سے گفتگو کرتے تھے۔ اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی اور تورات اور انجیل سکھائی۔''

(سورۃ المائدۃ: ۰۱۱)

''اور ماں کی گود میں اور بڑی عمر (پکی عمر) کا ہو کر دونوں حالتوں میں لوگوں سے یکساں گفتگو کرے گا
اور نیکوکاروں میں ہو گا۔'' (سورۃ آل عمران: ٦٤)

یہ لفظ ان دو آیات میں استعمال ہوا ہے جو صرف حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس میں ان کی ۰۳ سے ۰۵ سال کی عمر کے بارے میں بیان کیا گیا ہے ۔ باالفاظِ دیگر یہ وہ دور ہو گا جب کہ وہ نوجوان نہیں ہوں گے بلکہ ایک دانشمند شخص کی زندگی گزار رہے ہونگے اور اس وقت وہ بڑھاپے کے دروازے پر ہوں گے۔ سکالر اس بات پر متفق ہیں کہ یہ لفظ ۵۳ سال کی عمر سے زائد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

سکالر اس سلسلے میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت کی گئی حدیث کی روشنی میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تقریباً ۳۰ سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر کیا گیا۔ اور یہ کہ وہ دوبارہ ظہور کے بعد مزید ۰۴ سال کی عمر پا کر بڑھاپے میں پہنچیں گے اور یہ کہ مندرجہ بالا آیت اس معجزانہ واقعہ کا واضح ثبوت ہے ۔(٤١)

اطابری اپنی تفسیرِ اطابری'' میں ان تصریحات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

یہ بیانات (سورۃ المائدہ: ۰۱۱) اس بات کی طرف نشاندہی کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ جب جوان ہونگے اور لوگوں سے خطاب کرنے اور زندگی کا دورانیہ پورا کرنے کے لئے آسمان سے دوبارہ تشریف لائیں گے کیونکہ ان کو آسمان پر اس وقت اٹھایا گیا تھا جب وہ ابھی جوان تھے ' یہ آیت (سورۃ آل عمران: ٦٤) اس بات کی طرف نشاندہی کرتی ہے کہ وہ ابھی زندہ ہیں۔ اہل سنت اس پر متفق ہیں کیونکہ مذکورہ آیت یہ بیان کرتی ہے کہ جب وہ جوان ہونگے تب لوگوں سے خطاب کریں گے۔ وہ جوانی کو تب ہی پہنچیں گے جب وہ دوبارہ آسمان سے زمین پر اتریں گے۔ (٥١)

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں دوسری تمام معلومات کی طرح لفظ'' کہلًا'' کی تشریح ان کے معجزانہ طور پر دوبارہ قرب قیامت کے وقت زمین پر اترنے کے ساتھ ساتھ ان کی لوگوں کو حقیقی مذہب کی طرف ہدایت کرنے کی کوشش کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ تمام ایمان والوں کے لئے ایک بہت بڑی نوید ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ اور رحمت ہے۔ لہٰذا ان کے دوبارہ ظہور کے بعد مومنین پر حضرت عیسیٰؑ کی مدد اور ان کا دفاع اور قرآن کی اخلاقیات پر عمل پیرا ہونے کی ذمہ داری ہے۔

ﷺب ے دی ن م ع اش روں ک ی رائ ے م ی ں ع ورت ک ا طرز ع م ل

ًعورت کا مقام

ایک ایسی زندگی گزارنے کے لئے، قرآن میں وہ جملہ اور ضروری علوم موجود ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو، جیسے دنیاوی زندگی کی حقیقت کیا ہے ؟

انسان کی تخلیق کیوں کی گئی؟اور ایک مناسب اور موزوں اخلاقی نظام کیا ہوتا ہے؟ وہ لوگ جو اس حقیقت پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں، ان کو اس دنیا اور آخرت میں حقیقی خوشی نصیب ہو گی۔

تاہم بے دین معاشروں کے پاس کوئی حقیقی اور حتمی سچائی یا طاقت نہیں جس سے وہ اپنے عوام کی رہنمائی کر سکیں۔ حقیقت میں وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اکثر اقدار کا ذریعہ کیا اور کونسا ہے؟ اور ان اقدار کو کس نے دریافت کیا؟۔ کب؟ اور کیسے وہ اقدار ان کے معاشرے کی روایات کا حصہ بنیں۔ یہ قوانین جو کہ اخذ نہیں کیے جاتے بلکہ معاشرے ان کو بحیثیت مجموعی اپنا لیتے ہیں، یہ دراصل ان کے آباء واجداد کی وراثت ہیں۔ حقیقت میں بے دین معاشرے کی تمام اقدار، نظریات وافکار اور معاشرتی بنیادیں ان روایات پر منحصر ہیں جن کو ہم آباء واجداد کے طور طریقے یا راستہ کہہ سکتے ہیں۔ ہر شخص کی معاشرتی حیثیت اس شخص کی جنس، عقیدے، صورت حال اور زندگی کے طور طریقے کی بنیاد پر ایک مقام یا حیثیت رکھتی ہے۔
ان معاشروں میں عورت کے مقام کا تعین ان مقرر کردہ حدود اور حاوی یا غالب مذہبی مسالک یا عقائد پر ہوتا ہے۔ بعض معاشروں میں عورت کو مرد کے مقابلے میں کمزور سمجھا جاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ وہ جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہے۔ حیرت انگیز طور پر اکثر لوگ اس گمراہ کن اور واضح طور پر غیر منطقی نظریہ کی بنیاد پر اس جھوٹ پر یقین رکھتے ہیں کہ عورت کی شخصیت، اخلاقیات اور صلاحیت اس کے کمزور جسم کے تناسب کے
مقابلے میں محدود ہے۔ مثال کے طور پر مختلف سرگرمیوں میں مردوں اور عورتوں کو کام کے لحاظ سے تقسیم کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے ان کی جسمانی طاقت اور بناوٹ پر اس بات کے اثرات ہیں کہ وہ کونسا کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن بے دین معاشروں میں اس تفریق کا انحصار ان ہٹ دھرم اور کٹڑپن نظریات پر ہے جو عورتوں کو دو سطحوں یعنی ذہنیت اور عقل وفراست میں کمزوری سے منسوب کرتے ہیں۔

موجودہ دور کی عورتیں اپنی صلاحیتوں اور کامیابیوں کے ذریعے اس طرح کے متعصب بیانات کی تردید کر چکی ہیں۔ اس کے باوجود معاشرے کے کچھ طبقے ابھی تک عورتوں کو کسی حد تک نااہل سمجھتے ہیں۔ یا اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مرد چونکہ مرد ہیں، اس لئے وہ کام کو بہتر طور پر سرانجام دے سکتے ہیں۔

اکثر لوگ غلطی سے یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ عورتوں کا کردار یا طرز عمل مردوں کے مقابلے میں کمزور تر ہے۔ بے دین معاشروں میں یہ بات یقین سے کہی جاتی ہے کہ عورتیں گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ کا شکار ہو جاتی ہیں اور ضبط کھو دیتی ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں مرد صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں یا یہ کہ مصیبت وابتلاء میں مردوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کردار کی بھرپور طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں جبکہ عورتیں عاجزانہ اور حلیم الطبع یا منکسر المزاجی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ لڑکیوں سے یہ متعصبانہ رویہ بچپن سے روا رکھا جاتا ہے۔ عام طور پر خاندان میں لڑکوں کا زیادہ خیال رکھا جاتا ہے اور ان کے کردار یا طرز عمل کی طاقت کو اہمیت دی جاتی ہے جبکہ لڑکیوں کو مخالفانہ کردار کی خصوصیات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ مصیبت وتکلیف وغیرہ کے موقع پر لڑکوں سے کہا جاتا ہے کہ چیخ وپکار نہ کریں اور مرد بنیں۔ یا مردوں کی طرح رویہ اپنائیں، بہادر بنیں۔ چھوٹی لڑکی کی طرح مت گھبرائیں۔ یا آپ تو لڑکیوں کی طرح رو رہے ہو۔ اسی طرح لڑکیوں سے بھی کہا جاتا ہے کہ وہ لڑکوں سے مختلف ہیں۔ لہٰذا ان کو اس کے مطابق عمل یا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

اس طرح کے معاشروں میں عورت کے کام اور ذمہ داریاں ایک خاص حدود تک محدود ہوتی ہیں۔ اس طرح کے ہٹ دھرم نظریہ کے نتیجے میں اکثر معاشرے ابھی تک عورتوں کے خلاف تفریق و امتیاز اختیار کیے ہوئے ہیں۔ عورتوں کے بارے میں اس طرح کے گمراہ کن نظریہ کا اظہار مختلف طریقوں سے عیاں ہوتا ہے۔ خاص طور پر ماضی میں عورتوں سے ظالمانہ اور وحشیانہ برتاؤ کیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ واضح فرمایا ہے کہ کچھ معاشروں میں لڑکیوں کو بے حیثیت و بے وقعت سمجھا جاتا تھا کہ ان کے باپ ان کو ان کی پیدائش کے فوراً بعد زندہ دفن کر دیتے تھے۔

''۔۔۔۔۔اور جب اس لڑکی سے جو زندہ دفنا دی گئی ہو، پوچھا جائیگا کہ وہ کس گناہ پر مار دی گئی۔''
(سورۃ تکویر: ۸۔۹)

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو کہ لڑکی کی پیدائش پر غم و غصے کا اظہار کرتے ہیں یا گھبراہٹ و پریشانی کی وجہ سے اس کی پیدائش کو لوگوں سے مخفی رکھتے ہیں۔

''حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ملتی ہے تو اس کا منہ غم کے سبب کالا پڑ جاتا ہے اور اس کے دِل کو دیکھو تو وہ اندوہناک ہو جاتا ہے۔ اور اس خبر بد سے جو وہ سنتا ہے لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت برداشت کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں گاڑ دے۔ دیکھو یہ جو تجویز کرتے ہیں بہت ہی بُری ہے۔''
(سورۃ النحل: ۸۵۔۹۵)

اللہ تعالیٰ یہ بھی واضح کیا ہے کہ اس طرح کے لوگ اپنی بیٹیوں کو نازک شئے تصور کرتے ہیں جو کہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کے لئے نا اہل تصور کی جاتی ہیں۔

''حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کی خوشخبری دی جاتی ہے جو انہوں نے خدا کے لئے بیان کی ہے تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غم سے بھر جاتا ہے؟ کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے اور جھگڑے کے وقت بات نہ کر سکے خدا کی بیٹی ہو سکتی ہے؟''
(سورۃ زخرف: ۱۷۔۸۱)
اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے اس طرح کی متعصبانہ رائے کی گمراہ کن اور غلط ہیئت کے بارے میں اس طرح کے لوگوں کو آگاہ کیا۔ انبیاء کے احسان اور لوگوں میں اسلام کی ترویج سے اس جاہلانہ اور باعثِ شرم نظریہ یا منظر کی بڑی حد تک روک تھام ہو گئی ہے۔
اللہ تعالیٰ لوگوں کو خبردار کرتے ہیں کہ جو بھی ہوتا ہے، وہ اسی کی طرف سے ہوتا ہے۔

''تمام بادشاہت خدا ہی کی ہے۔ آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے، بیٹے بخشتا ہے یا ان کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، بے اولاد رکھتا ہے۔ وہ تو جاننے والا اور قدرت والا ہے۔'' (سورۃ شوریٰ: ۹۴۔۰۵)

لڑکا اور لڑکی عطیۂ خداوندی ہیں اور لوگوں کو اس کی ذات کا شکر گزار رہنا چاہئے۔
تاریخ میں عورتوں کے بارے میں اکثر و بیشتر اس طرح کے گمراہ کن رویے اختیار کیے گئے۔ تاہم ایک اہم حقیقت کو ہمیں نظرانداز نہیں کرنا چاہئے یا اس سے چشم

پوشی نہیں کرناچاہیے۔بدقسمتی سے کچھ عورتوں کی اخلاقیات، رویے اور شخصیت نے اس گمراہ کن روایت کے پھیلنے میں مدد دی اوراسے درست ثابت کیا۔

اسلام اس تعصبانہ نظریہ کی تردید کر کے یہ اعلان کرتا ہے کہ تمام مسلمان یعنی مرد اور عورتیں دونوں اعلیٰ ذہنی صلاحیت، ادراک کی اعلیٰ ترقی یافتہ صلاحیتوں، کردار کی اعلیٰ طاقت اور اخلاقیات کے اعلیٰ احساس کے مالک ہیں۔ حضرت مریمؑ اور فرعون کی بیوی اس حقیقت کی عمدہ مثالیں ہیں۔

بعدازیں صفحات میں ہم اس جہالت اور گمراہی کا مختصر تجزیہ کریں گے جو کہ عورتوں کو ان تباہ کن روایات چھوڑنے یا ترک کرنے کے راستے میں رکاوٹ ہے۔اور اسی طرح اعلیٰ مذہبی اقدار و اخلاقیات اختیار کرنے میں رکاوٹ ہے اور جو کہ بے دین اور مسلم عورت کے درمیان کردار کے فرق کو واضح کرتا ہے۔

بے دین معاشروں میں خواتین کا کردار

وہ عورتیں جو کہ بے دین معاشروں سے تعلق رکھتی ہیں، ان کا غالب کردار ان کی تعلیم اور دوسری کامیابیوں سے قطع نظر ہمارے سامنے واضح ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان معاشروں میں اس طرح کے معاشرے کے قابل قبول کردار کو دلکش اور دلفریب دکھا کر عورتوں کی بچپن سے ہی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ تمام اطراف سے اسی طرح کی تجاویز کے محاصرے کی وجہ سے لڑکیاں بلاچون وچرا اس پر عمل درآمد کرتی ہیں۔ وہ اپنی ماؤں اور دوسری عورتوں کا مشاہدہ کر کے یہ سیکھتی ہیں کہ کس طرح کا طرز عمل اور رویہ اختیار کرنا ہے۔اور اس طرح جو مثالی کردار وہ دیکھتی ہیں، اس کو اپنی ذات میں اپناتی ہیں۔ وہ اپنے ''رول ماڈلز'' کے لب ولہجہ اور اسلوب کو دہراتی ہیں۔ان کے رویے اور طرز عمل کی اندھی تقلید کرتی ہیں اور مجموعی طور پر اس کی تقلید یا برابری کرنے کی کوشش کرتی ہے۔اس کے نتیجے میں وہ کسی دوسرے ''رول ماڈل'' کی غیر موجودگی میں جو بھی مثالی عورت دیکھتی ہیں، اسے قبول کر لیتی ہیں اور اس کے خیالی تصور کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

ظاہر ہے اس میں کچھ مستثنیات ہیں کچھ عورتوں کو اس گمراہ کن روایت کا احساس ہو جاتا ہے کہ یہ کیا اور کس نوعیت کا ہے؟ اور اس کو اپنانے سے انکار کر دیتی ہیں۔ لیکن اکیلا یہ احساس ان کو اس سے رہائی نہیں دلاتا۔ مثال کے طور پر ہو سکتا ہے کہ وہ ان میں سے کچھ ناقص رویوں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں لیکن وہ پُر تضاد وجود کے ساتھ زندگی بسر کرتی ہیں۔ کیونکہ ان کا کردار اور طرز عمل قرآنی اقدار کا وضح کردہ نہیں ہوتا ہے۔ اگرچہ ان کے کردار اور ان کے معاشرے کی عورتوں کے درمیان فرق عموماً معاشرے کا قواعد کے مطابق ہونے کی توقعات کو مسترد کرنے تک محدود رہتا ہے۔ وہ خواتین جو قرآن میں بیان کردہ مسلم عورتوں کی تقلید نہیں کرتیں، وہ ابھی تک اپنے ہی کردار کی قسم کے مطابق قناعت کریں گی اور جو کہ غیر مستقل مزاج اور گمراہ کن ہوگا۔

جب ہم بے دین معاشرے کی عورتوں کی عمومی خصوصیات کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہم یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ان سب کا کردار یا طرز عمل اس حد تک مشترک ہے کہ معاشرہ ان سب کو برابر تصور کرتا ہے۔ ان میں سے سب سے عام نظریہ یہ ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے کردار میں وہ مضبوطی اور تسلسل نہیں ہے۔ اکثر عورتوں کے ساتھ ساتھ مرد اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں اور اس طرح کسی دوسرے کے تحفظ اور مدافعت کے لئے اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ مردوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو کمتر اور کم اہل سمجھتی ہیں۔ اس طرح وہ اپنی حفاظت کے لئے دوسروں کی طرف دیکھتی ہیں، چاہے یہ مدد مالی ہو یا پھر دیکھ بھال یا کوئی اور یعنی اپنے آپ کو غنڈہ گردی یا دوسرے خطرات سے بچاؤ کے لئے۔ اس طرح عورتیں اپنی دیکھ بھال کی توقع اپنے خاوند سے اور جب خاوند مر جائے تب اپنے بیٹوں سے کرتی ہیں۔

اس طرح کے کمزور طرز عمل سے خواتین مخصوص رویوں کے مسائل جیسے جذباتی عدم استحکام، چیخ و پکار، حسد اور ہسٹیریا یعنی شدید جذباتی ہیجان کا شکار ہو جاتی ہیں ، اور اس طرح وہ باآسانی چیزوں اور لوگوں کے بارے میں متزلزل ہو جاتی ہیں۔ بے دین معاشروں میں اس طرح کی خصوصیات کو عورتوں کی فطرت کے حصہ کے ساتھ ساتھ ان کے منفی واقعات کے لئے زیادہ حساس سمجھا جاتا ہے۔ لٰہذا ان کا اس طرح کے واقعات و معاملات میں متزلزل ہونا درست ہے۔ دوسری طرف مردوں سے بہادری اور طاقت کا مظاہرہ کرنے کی توقع کی جاتی ہے۔ کیونکہ صرف عورتیں ہی آسانی سے گھبرا جاتی ہیں اور بہت زیادہ جذباتی ہوتی ہیں۔ ایک اور مسلمہ مشاہدہ یہ بھی ہے کہ بے دین عورتیں جب مصیبت یا آفت کا شکار ہوتی ہیں، وہ تیزی سے ناامیدی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ پریشان ہو جاتی ہیں اور اکثر شکایات کرتی ہیں یا پھر بحث و تکرار کرتی ہیں۔ اس طرح کے ردِ عمل قرآنی اخلاقیات کے منافی ہیں۔

اس تمام کردار یا طرز عمل کی خصوصیات میں ایک چیز مشترکہ ہے، اس سے صرف دوسروں کو نحوست ، غم اور دکھ نصیب ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں عورتیں اپنی زندگی میں مصائب، ناخوشی اور دباؤ میں مبتلا رہتی ہیں۔ باالفاظ دیگر انہوں نے اس طرح کی گمراہ کن روایات کے نظریہ کو اپنانے کے فیصلے چاہے ادراک سے کیے ہوں یا اس کے بغیر ان کو مصیبت زدہ کر دیتے ہیں کیونکہ وہ باطل آئیڈیل، زندگی کے مقاصد اور دنیاوی تخیلات کو اپناتی ہیں۔

دوسرے بے دین لوگوں کی طرح عورتیں بھی اس دنیا کی عارضی زندگی اور اس کے بصری دھوکے کا پیچھا کرتی ہیں۔ ان کا سب سے اہم آئیڈیل یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، اس دنیا کی زندگی سے لطف اندوز ہوا جائے اور مسلسل اپنے معیار زندگی کو بلند کیا جائے۔ برادری میں ان کا نام اور حیثیت ہو اور وہ ممکن حد تک معاشرے کی تعریف و توضیح حاصل کر سکیں۔

وہ اس طرح کی باتوں یا چیزوں سے غمزدہ ہوتی ہیں جنہیں وہ قابو نہیں کر سکتیں۔ جیسا کہ مستقبل کیسا ہوگا؟ کل کیا ہوگا؟ اور اس طرح جان و مال و جائیداد کی پریشانی کے بارے میں جیسا کہ ان کا معاشرہ ان سے توقع کرتا ہے۔ وہ اچھی گھریلو خواتین، مائیں یا بیویاں بننے کی کوشش کرتی ہیں۔ یا پھر دوسری چیزیں جن کی ان سے توقع کی جاتی ہے وہ یہ کہ ان کو اچھی ملازمت ملے اور اچھا مستقبل ملے جس سے وہ مالی طور پر آزاد ہو جائیں۔

یہ کہنے میں کوئی آر نہیں کہ ان مقاصد کے حصول کے لئے جدوجہد کرنے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ یہ وہ چیزیں ہیں کہ لوگ زندگی میں ان کے صحیح طور پر حقدار ہیں۔ اصل میں غلط یہ ہے کہ عورتوں کو انہی حدود میں زندگی گزارنے کی' یا پابند کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے اور اس طرح ان کو آئیڈیل کے گرد محدود کر دیا جائے۔ تمام انسانوں کی قیامت کے دن اُن کے اعمال کی وجہ سے جزا و سزا ہوگی۔ برے اعمال والے کو سزا جبکہ اچھے اعمال والے کو جزا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔
بے دین عورتوں کے کردار اور طرز عمل میں ایک اور خرابی ہے وہ یہ کہ وہ صرف اور صرف اسی دنیا کی زندگی سے لطف اندوز ہونا چاہتی ہیں اور اس کے مطابق زندگی گزارتی ہیں اور خرابی اس لئے ہے کہ جو کچھ بھی ان کے پاس (یعنی ان کی عزت، حیثیت، دوستی، خاندان اور اولاد اور مال) ہے، وہ سب کا سب ایک دن ختم ہونے والا ہے اور جو شئے باقی رہے گی، وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ لہٰذا لوگوں کو اپنی شخصیت، اخلاقیات، طرزِ زندگی، آئیڈیل اور ہر اس چیز کا انتخاب صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرنا چاہیے۔ ورنہ لوگ صرف اور صرف اپنی ذات تک محدود ہو جائیں گے اور اس دنیا کے غلام بن کر رہ جائیں گے اور کل روزِ قیامت دائمی ذلت اور شرمندگی سے دوچار ہونگے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سی خواتین معاشرے میں اپنے مقام سے مطمئن نہیں اور مسلسل سوال کرتی ہیں کہ وہ کیسے مثالی عورت کی روایت سے باہر نکل سکتی ہیں۔ بظاہر ان کو اپنے منتخب میدان میں کامیابی نظر آتی ہے اور وہ اپنے معاشرے کی غیر حقیقت پسند خواتین کے نظریات کی غلطیوں کی نشاندہی کرتی ہیں کیونکہ وہ مشکوک معاشرتی اقدار کے ساتھ مسلسل زندہ رہنا چاہتی ہیں اور وہ اس کردار کو نہیں اپنانا چاہتیں جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پا سکتی ہیں۔ وہ اس کو پانے میں ناکام ہیں جو حقیقت میں حاصل کرنی چاہئے یعنی حقیقی عزت اور ان کے معاشرے کا اعتماد۔ اگر وہ اپنے مقاصد کے بارے میں جان بھی لیں تب بھی وہ ناخوش اور غیر مطمئن رہتی ہیں کیونکہ ان کا خیال ہے کہ وہ حقیقت کو دائمی طور پر حاصل نہیں کر سکتیں۔

وہ لوگ جو معاشرے کی ناانصافیوں کی اندھی تقلید کرتے ہیں، انہیں اپنے رویئے سے معذرت کرنی پڑتی ہے۔ اول تو وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ معاشرتی تعین خواتین کو خیالی تصور کے کردار سے نجات دلا سکتا ہے۔ ان کو خوف ہے کہ معاشرہ ان پر تنقید کرے گا یا ان کو مسترد کر دے گا چنانچہ وہ اس معاشرہ میں جس کا مذہبی عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، بغیر کوئی خطرہ مول لیے مثالی کردار کے ساتھ زندہ رہنے کو اہمیت دیتی ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کیونکہ خواتین معاشرتی طور پر رائج رول ماڈل سے نجات حاصل کرنے سے نفرت کرتی ہیں۔ ان پر دباؤ ہے کہ اور وہ ان لوگوں سے خوفزدہ رہیں جو ان کے ماحول میں بااثر ہیں۔ یہ رویہ ان کو اس قسم کے کردار سے باہر نہیں نکلنے دیتا حتیٰ کہ وہ واضح طور پر اس کی غلطیوں سے واقف ہیں۔
خواتین اس گمراہ کن کردار سے کیوں نہیں نکل رہیں؟ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ نہیں جانتیں کہ کیسے مثالی کردار ان کو حاصل ہوگا؟ جو انہیں اس قابل بنائے کہ وہ معاشرہ پر دباؤ ڈال سکیں کہ ایک بار ان کو قبول کرے۔ ان میں اس علم کی کمی ہے۔
وہ ہمیشہ غلط جگہ سے مسئلے کا حل تلاش کرتی ہیں مثلاً گھریلو خواتین کا خیال ہے کہ اگر وہ تجارت یا کوئی پیشہ اختیار کریں تو ان کو اپنے ارد گرد کے ماحول سے پیار اور

عزت مل سکتی ہے۔اسی طرح تجارت پیشہ خواتین کا خیال ہے کہ وہ غلط سیڑھی چڑھ کر بہتری کی طرف جاسکتی ہیں اور مزید عزت والا پیشہ حاصل کر سکتی ہیں۔
حقیقت میں یہ سوچ غلط ہے۔زندگی گزارنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ایک ایسا کردار اور روشن اخلاقیات جوان کو دونوں جہانوں میں عزت اور احترام دے سکتا ہے،وہ یہ کہ قرآن پاک کے مطابق زندگی گزاریں جو تمام انسانیت کو مضبوط کردار اور اعلیٰ اخلاق عطا کرتا ہے۔اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ لوگوں کا پیار اور عزت بھی حاصل کر سکتی ہیں۔
چنانچہ ہر فرد کو مثالی شناخت جس کو وہ موزوں خیال کرتا ہے،اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ حقیقت کو تلاش کرنا چاہئے۔اللہ تعالیٰ نے بہترین شخصیت اور اعلیٰ اعتماد کا کردار تمام بنی نوع انسان کے لئے وحی کیا ہے۔اس کو حاصل کرنا سادہ اور آسان ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
''اور جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا،اس کے لئے بہت اچھا بدلہ ہے اور ہم اپنے معاملے میں اس پر کسی طرح کی سختی نہیں کریں گے ۔بلکہ اس سے نرم بات کریں گے۔''
(سورۃ الکہف:۸۸)

اسلام میں خواتین کی اہمیت
اسلام میں عورت کی قدر اور مقام کیا ہے؟کچھ لوگ اس سے بے خبر ہیں۔وہ خواتین جو اس حقیقت سے ناآشنا ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ تمام لوگ جن کے پاس قرآن پاک کا نامکمل علم ہے،اور جو کہ بے اعتقادی کی منطق اختیار کیے ہوئے ہیں وہ اپنے خیالات وافکار اور نقطہ نظر کے مطابق خواتین کے حقوق کا تحفظ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ساری دنیا میں جملہ معاشرتی حدود یا روایات اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں۔مثال کے طور پر سب عورتیں بُرے اور بدترین برتاؤ،تشدد اور بے روزگاری کا شکار ہوتی ہیں کیونکہ ان کو طلاق کی وجہ سے یا علیحدگی یا خاوند کی وفات کے بعد دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہ مسائل اس وقت تک حل نہیں ہو سکتے جب تک کہ لوگ صرف اس ذریعہ کی طرف رجوع نہیں کرتے جو حقیقی اور دیرپا حل پیش کرتا ہے یعنی قرآن پاک ۔مشرک معاشرے کی منطق کی بنیاد اور اقدار پر کوئی بھی حکمتِ عملی کامیاب نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

''اور اگر خدائے برحق ان کی خواہشوں پر چلے تو آسمان اور زمین اور جو ان میں ہیں سب درہم برہم ہو جائیں۔بلکہ ہم نے ان کے پاس نصیحت کی کتاب پہنچادی ہے اور وہ اپنی کتاب نصیحت سے منہ پھیر رہے ہیں''۔(سورۃ المومنون: ۷۱)
جب لوگ اپنی زندگی میں اچھائی اور بُرائی کا معیار اپنے طریقوں سے اختیار کریں گے تو اس سے ہمیشہ خطرناک نتائج برآمد ہوں گے۔ہر کوئی اور ہر شے تقدیر کے مطابق تنزلی یا ابتری کی طرف گامزن ہے۔اپنے ملحدانہ اقدار کو تواتر کے ساتھ معیار یا بنیاد بنانے اور اپنے تمام تر مسائل اور طرزِ زندگی سے باخبر ہونے کے باوجود مشرکین اپنے مسائل کا دیرپا حل تلاش نہیں کر سکتے۔لہٰذا وہ مسلسل صرف اسی راستے سے دور ہٹتے جا رہے ہیں جو ان کو خوشحالی کی طرف لے جائے گا حالانکہ وہ اس سے بخوبی واقف ہیں۔

تمام مسائل کا حل صرف اور صرف قرآنِ پاک کی تعلیمات میں مضمر ہے،جو کہ زندگی گزارنے کا آسان ترین طریقہ ہے،اس کے ساتھ ساتھ قناعت کے ساتھ زندگی گزارنے کا بہترین اور خوبصورت راستہ مہیا کرتا ہے۔صرف ایک ہی راستہ ہے جو کہ بھلائی کی طرف لے جاتا ہے وہ اس ذات باری تعالیٰ کا راستہ ہے اور صرف یہی راستہ اچھائی اور خوشحالی کا ضامن ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن ہی کی بدولت لوگوں کو عظمت،وقار اور عزت واحترام نصیب ہوتا ہے۔اور وہ تمام لوگ جو

اس کی اقدار پر عمل کرتے اور اسی صراط مستقیم پر چلتے ہیں وہ جو بھی کام کریں گے کامیابی ان کے قدم چومے گی۔

عورتوں کے مسائل کا حقیقی اور دیرپا حل صرف قرآنِ پاک کی تعلیمات میں پنہاں ہے۔اسلام جو کہ انسانیت کی عافیت، رہنمائی، اس کے تحفظ اور نجات کے لئے معرض وجود میں آیا، عورتوں کو حقیقی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اکثر آیات عورتوں کے متعلقہ حقوق کا تحفظ کرتی ہیں کیونکہ قرآنِ کریم عورتوں کے بارے میں رائج گھسے پٹے اور گمراہ کن تصور کی نفی کرتا ہے۔عورتوں کو معاشرے میں قابلِ احترام حیثیت دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی نظر میں برتری جنسی بنیاد پر نہیں بلکہ خداخوفی، اس کی تعظیم، اس پر کامل ایمان، اچھے کردار، طرزِ عمل، مذہبی لگاؤ اور زندگی اس کی اطاعت میں وقف کر دینے میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کے لئے مختلف اقسام کے احکام بیان فرمائے ہیں، کہ جن کی عورتوں کو ضرورت ہے، تاکہ وہ اپنے تحفظ اور احترام کو معاشرے میں یقینی بنا سکیں، اس طرح وہ پیار اور احترام، عزت و قار حاصل کر سکیں جس کی وہ حقدار ہیں۔یہ تمام اقدامات اور احکامات عورتوں کو تحفظ دیتے ہیں اور انکے مفادات کو نقصان سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔یا کسی بھی قسم کے جبر و تشدد اور غیر ضروری دباؤ سے بچاتے ہیں۔

کتاب کے اگلے حصے میں ہم اس بات پر بحث کریں گے کہ قرآن پاک عورتوں کو حقیقی قدر اور احترام دلانے کے لئے کیسے برتاؤ کا یقین دلاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسلام تمام انسانوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کو دنیا و آخرت میں احترام، عزت و قار اور تعظیم سے نوازتا ہے۔

ٓح ق ی ق ی ب ر ت نہ ی ک ا و ا ح د پ ی م ا

مشرکین جن کی اقدار قرآنِ پاک کی نازل کردہ اقدار سے مختلف ہیں، وہ اپنی زندگی معاشرہ میں مروجہ اقدار کے مطابق بسر کرتے ہیں جو کہ ان کی اپنی سوچ اور استدلال کی پیدا کردہ ہیں اور اس طرح وہ نا قابل اعتبار ہیں۔ایک آیت میں اللہ تعالیٰ مندرجہ ذیل سوال کرتا ہے۔

””کیا یہ زمانہء جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں۔اور جو یقین رکھتے ہیں۔ان کے لیے خدا سے اچھا حکم کس کا ہے “۔(سورۃ المائد: ۰۵)

بے اعتقادی کی بنیاد پر قائم اقدار میں سے ایک برتری یا فضیلت کا معیار ہے۔مشرکین کے نزدیک امتیاز یا برتری کا معیار دنیاوی اقدار ہیں جیسے جائیداد، معاشرتی حیثیت، اچھا مستقبل، شہرت یا جسمانی کشش وغیرہ۔اگر وہ اس معیار پر پورا نہیں اترتے تو ان کو کمتر سمجھا جاتا ہے اور جن کے پاس یہ لوازمات ہیں انکی تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔

اس کے نتیجے میں جب لوگوں کی درجہ بندی کی جاتی ہے تو روزمرہ کی صورت حال کی تفصیل اہمیت اختیار کر جاتی ہے۔مثال کے طور پر بعض لوگ اس بات کو اہمیت دیتے ہیں کہ شاندار اور نفیس علاقے میں رہائش اختیار کی جائے، سب سے اچھی اور نئی کار ہو، والدین کا کامیاب مستقبل اور موزوں پیشہ ہو، اس کے علاوہ وہ ڈیزائن والے کپڑے پسند کرتے ہیں۔اچھے کھانے پینے اور اعلیٰ عہدوں پر فائز رشتہ داروں کو پسند کرتے ہیں۔کسی اچھی یونیورسٹی کی ڈگری یا ڈپلومہ اور اس کے علاوہ بہت کچھ ۔جب وہ اپنے احباب کا انتخاب کرتے ہیں یا وہ رفیق کار کا انتخاب کرتے ہیں یا پھر حتیٰ کہ ہونے والی بیوی کا انتخاب کرتے وقت اسی طرح کا معیار یا پیمانہ اختیار کرتے ہیں۔اکثر ممالک میں لوگ جلد کی رنگت، بولنے والی زبان یا ان کی شہریت کا خاص خیال رکھتے ہیں۔حقیقت میں یہی معیار یا پیمانہ صرف کچھ حد تک ثقافت، تاریخ اور دوسرے عناصر کے فرق کے ساتھ مشرک معاشروں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

عورتوں کے موزوں کردار یا طرز عمل کی بنیاد میں بھی یہی باطل اور گمراہ کن معیار کارفرما ہے۔اپنے معاشرے کی گمراہ کن اور ذاتی طور پر بنائے گئے معیار یا پیمانے کو استعمال کر کے وہ عورتوں کو دوسرے درجے کا شہری تصور کرتے ہیں۔

دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سب سے بہتر اور حقیقی معیار اور فضیلت کا پیمانہ اس ذات باری اللہ تعالیٰ کا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ اس کی ذات کے ہاں معیار یا فضیلت کا ایک ہی پیمانہ ہے۔خوفِ خدا اور اس ذات کی تعظیم و احترام۔

''لوگو! ہم نے تم کوایک مرداور ایک عورت سے پیدا کیااور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے' تاکہ ایک دوسرے کوشناخت کرواور خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو پرہیزگار ہے۔بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبردار ہے''۔(سورۃالحجرات: ۳۱)

''اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاردی کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور تمہارے بدن کو زینت دے اور جو پرہیزگاری کالباس ہے وہ سب سے اچھا ہے، یہ خدا کی نشانیاں ہیں تاکہ لوگ نصیحت پکڑیں''۔(سورۃالاعراف: ۶۲)

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ خوفِ خدا اور تعظیم ذات باری تعالیٰ سب سے بڑی اور نمایاں خاصیت ہے جو کہ وہ حاصل کر سکتے ہیں۔

''۔۔۔۔۔۔۔اور جو نیک کام تم کروگے وہ خدا کو معلوم ہو جائے گا۔اور زادِراہ یعنی راستے کا خرچ ساتھ لے جاؤ، کیونکہ بہتر فائدہ زادِ راہ کا پرہیزگاری ہے،اے اہل عقل! مجھ سے ڈرتے رہو''۔(سورۃالبقرۃ: ۷۹۱)

لٰہذا لوگوں کو دولت اور جائیداد یا شہرت اور سماجی حیثیت کی بجائے خوفِ خدا اور رب تعالیٰ کی ذات کی تعظیم کی کوشش کرنا چاہیے کیونکہ صرف اسی معیار اور خاصیت کی وجہ سے وہ دونوں جہانوں میں برتری سے سرفراز ہو سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی لوگوں کو نصیحت ہے کہ وہ حصولِ دولت کے لئے تگ و دو نہ کریں' جو کہ لوگوں میں برتری یا فضیلت کا معیار بن گئی ہے بلکہ اس ذات باری تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش اور دعا کریں۔

'' اور جس چیز میں خدا نے تم میں سے بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو۔مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے۔اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انہوں نے کیے اور خدا سے اس کا فضل و کرم مانگتے رہو۔کچھ شک نہیں کہ خدا ہر چیز سے واقف ہے''۔(سورۃالنسائ: ۲۳)

لٰہذا وہ لوگ جو برتری یا فضیلت کا معیار جنس، جسمانی طاقت یا کسی اور قدر جس کی بنیاد بے اعتقادی پر ہے، سمجھتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں۔جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی' اور عورتیں بھی اور خدا کو نیتِ نیک اور خلوص سے قرض دیتے ہیں ان کو دو چند ادا کیا جائے گا اور ان کے لئے عزت کا صلہ ہے''۔(سورۃحدید: ۸۱)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہم حقیقت سے خبردار کیا ہے کہ مردوں کے ساتھ عورتیں بھی قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات اور اخلاقیات کے مطابق زندگی گزار کر ہی حقیقی اور اعلیٰ و برتر صلہ پا سکتی ہیں۔

مرد اور عورت کی برابری

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر معاشرہ عورت کے مثالی کردار اور مقام کے بارے میں روایتی دلائل سے باخبر ہے۔ان کی سماجی حیثیت، خاندان میں اہمیت، کیا ان کو کام کرنا چاہیے یا نہیں؟اور دوسرے سماجی معاملات کو ظاہری طور پر ہمیشہ کے لیئے بحث و مباحثہ کی نظر کر دیا گیا ہے۔مسلمانوں میں ان معاملات کا حل صرف قرآنِ پاک کی تعلیمات کے مطابق طے کیا جاتا ہے۔مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔یہ حقیقت کہ مرد اور عورت دونوں الگ الگ جسمانی ساخت کے مالک ہیں اور یہ کہ عورتیں مردوں کے مقابلے میں کمزور ہیں، بے ربط اور بے محل ہے اور اس طرح سے ان دلائل کو عورت کی قدر و منزلت گھٹانے کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

اسلامی اقدار میں آیا کہ کوئی مرد ہے یا عورت یہ اہمیت نہیں رکھتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس میں خوفِ خدا اور اس ذات کی تعظیم و احترام ہے یا نہیں۔ ہر مومن پر یہ لازم ہے کہ وہ قرآنی اخلاقیات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے' کیونکہ اس کوشش کے نتیجے میں ہی اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و منزلت ہوگی اور آخرت میں اعمال کا صلہ انہی کی بدولت دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ان جملہ خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے جو کہ ہر مومن مرد اور عورت کو اپنانے چاہیے۔

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ کہ اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُری باتوں سے منع کرتے اور نماز پڑھتے اور زکواۃ دیتے اور خدا اور اس کے پیغمبر کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر خدا رحم کرے گا بے شک خدا غالب حکمت والا ہے ''۔ (سورۃ التوبہ : ۷۱)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تمام مسلمانوں پر بغیر جنسی تفریق کے ایک ہی طرح کی ذمہ داریاں ہیں۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، قرآنی اخلاقیات کے مطابق زندگی بسر کرنا، اچھائی کا حکم دینا اور بُرائی سے منع کرنا، قرآنی احکامات اور نصیحت پر عمل کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص سے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس کی انسانیت کے لئے مقرر کی گئی حدود کا احترام کرتا ہے۔، وعدہ فرماتا ہے کہ اس کو اچھائی اور بُرائی میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے نوازے گا۔

''مومنو! اگر تم خدا سے ڈرو گے تو وہ تمہارے لئے امر فارق پیدا کر دے گا یعنی تم کو ممتاز کر دے گا تو وہ تمہارے گناہ مٹا دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور خدا بڑے فضل والا ہے ''۔

(سورۃ الانفال: ۹۲)

کسی انسان کی جنس کا اس پر کوئی اثر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو اچھائی اور بُرائی کی تمیز، قوتِ استدلال اور جاننے اور پرکھنے کی صلاحیت سے نوازا ہے۔ ایک ایسی صلاحیت کہ جس سے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی ملتی ہے، صحیح فیصلے تک رسائی حاصل ہوتی ہے، عقیدے اور مذہبی لگاؤ کے جواب میں صحیح رد عمل نصیب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس قوت استدلال کا جنس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا صرف اور صرف مذہبی لگاؤ، خدا خوفی اور تعظیم اور احترام سے گہرا تعلق ہے۔

کوئی بھی انسان چاہے وہ مرد ہو یا عورت عقیدے کی بنیاد پر حاصل شدہ قوت استدلال کی وجہ بے سوچے سمجھے رد عمل کا مظاہرہ بھی کرتا ہے تو وہ زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سب ان کی قوتِ ارادی، ترغیب اور ارادے کے تسلسل پر منحصر ہے۔ مومنین کبھی بھی اپنے گزرے ہوئے کارناموں پر مطمئن نہیں ہوتے، بلکہ یہ اسلامی اخلاقیات کا خاصہ ہے کہ مومنین کو ہمیشہ عمدہ ذہنی صلاحیت، ذمہ داری اور پرہیز گاری کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اپنے ارد گرد کو بنانے اور سنوارنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنین اس ذات باری تعالیٰ سے ایک ایسے کردار کے طرزِ عمل کی دعا کرتے ہیں جو کہ ارد گرد کے لوگوں کے لئے مثال بن جائے۔

'' اور جو خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے دل کا چین اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا''۔ (سورۃ الفرقان : ۷۴)

وہ مسلمان عورت جو ہر سرگرمی اور صورت حال میں عمدہ طرزِ عمل کا مظاہرہ کرتی ہے اور جو اپنے کردار اور اخلاقیات کو مثال بنانے کے لئے سرگرم عمل رہتی ہیں وہی معاشرے میں نمایاں اور ممتاز مقام حاصل کرے گی۔ وہ بڑی مہارت اور قابلیت کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ براٗہوں گی۔ صحیح فیصلے کریں گی۔ مسائل کا ہر ممکن حل نکالیں گی اور مناسب اور موزوں طرزِ عمل اختیار کریں گی۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں مرد اور عورت کلی طور پر برابر ہیں۔ کیونکہ دونوں کے لئے یہ ان کی صلاحیت پر منحصر ہے کہ وہ ان توقعات سے آگے بڑھ کر اپنی شخصیت و کردار میں پوشیدہ طاقت کا احاطہ کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو پورا کریں۔ اسی وجہ سے مومن عورت مرد کی برابری کے لئے کوشش نہیں کرتی بلکہ اچھے اعمال کرتی ہے، اور اپنے آپ کو ثابت کرتی ہے اور ایسی کوشش کرتی ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو اس مرحلے پر وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے بننے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور قرب حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ان کی یہ کوشش ان کو دنیا اور آخرت میں

دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔
'' یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے اور ان کے لئے آگے نکل جاتے ہیں'' ۔
(سورۃالمومنون: ۱۶)
''پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو اپنے بندوں میں برگزیدہ کیا۔ تو کچھ تو ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ میانہ روی اور کچھ خدا کے حکم سے نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں۔ یہی بڑا فضل ہے۔(سورۃ فاطر: ۲۳)
مرد اور عورت میں مساوات اس حقیقت میں بھی نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس دنیا میں برابر کے حقوق سے نوازا ہے۔
''جو چیز زمین پر ہے ہم نے اس کو زمین کے لئے آرائش بنایا ہے تاکہ لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں کون اچھے عمل کرنیوالا ہے۔'' (سورۃ الکہف: ۷)
''ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں۔ اور تم ہماری طرف ہی لوٹ کے آؤ گے''۔(سورۃ الانبیاء: ۵۳)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ چاہے مرد ہو یا عورت ہر ایک کی آزمائش مقرر ہے تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ کون بہتر ہے۔ ایک اور آیت میں یہ حقیقت بیان فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کی آزمائش کرتی ہے حتیٰ کہ انسانی موت کا وقت آپہنچتا ہے۔ اور جو لوگ صبر واستقلال کا مظاہرہ کریں گے انہیں رحمتِ خداوندی کی صورت میں آخرت میں صلہ ملے گا۔
''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میوؤں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ تو صبر کرنیوالوں کو خدا کی خوشنودی کی خبر سنادو''۔(سورۃ البقرۃ: ۱۵۵)
اللہ تعالیٰ نے ہر مرد اور عورت کو ایک محدود زندگی کے چند سال عطا فرمائے ہیں۔ اور ان کو انکی مرضی کی زندگی گزارنے کی ذمہ داری یا اختیار دیا اور اچھائی اور برائی کی تمیز کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی۔ ان کی فاسد وفاجر جبلت اور شیطان کو ان کا دشمن بنایا۔ اور جو کوئی بھی اپنے کردار کی طاقت کا مظاہرہ کرے گا، ان حقائق کی روشنی میں اچھے اعمال کے لئے محنت کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں اس سے بھی بہتر صلہ عطا فرمائے گا۔
''توان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی اور فرمایا کہ میں کسی عمل کرنیوالے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا تم ایک دوسرے کی جنس ہو'' (سورۃ آلِ عمران: ۵۹۱)
اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں سے یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیا کیساتھ ساتھ آخرت میں جو صلہ پائیں گے اس میں کسی قسم کی ناانصافی نہ پائیں گے۔
''جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت وہ مومن بھی ہو گا تو ہم اس کو دنیا میں پاک اور آرام کی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گئے'' (سورۃ النحل: ۷۹)

قرآن پاک کا مرد اور عورت دونوں سے ایک ہی انداز میں خطاب

قرآنِ کریم کا اگر ہم عمیق جائزہ لیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ مرد اور عورت دونوں سے ایک ہی انداز سے خطاب کرتا ہے۔ یہاں اس بات کی نشاندہی اور گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات انسان کے صدقِ دل اور عقیدہ واعتقاد کو دیکھتا ہے نہ کہ اس مرد یا عورت کی عمر یا جنس کو۔ اس سلسلے میں قرآن پاک ان دونوں سے برابری کی سطح پر خطاب کرتا ہے اور ان کو یاد دلاتا ہے کہ ان کی ذمہ داریاں ایک جیسی ہیں اس طرح کی بہت سی آیات ہیں۔
''اور جو نیک کام کرے گا مرد یا عورت اور وہ صاحبِ ایمان بھی ہو گا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی''۔(سورۃ

النسائیؒ: ۴۲۱)
ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں سے اکٹھے خطاب فرمایا ہے۔
''جو برائی کرے گا اس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی اس نے برائی کی ہو گی اور جو نیک
عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، ایسے سب لوگ
جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا''۔(سورۃ المومن: ۴۰)
اور جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں بیان فرمایا تب بھی اسی انداز سے ان سے خطاب فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہر دو جنس کے مشرکین اور منافقین سے ایک ہی طرح کا سلوک کیا جائے گا۔ قرآنِ پاک میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے
'' منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہم جنس یعنی ایک ہی طرح کے ہیں کہ بُرے کام کرنے کو کہتے ہیں اور نیک کاموں سے منع کرتے اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بھلا دیا۔ تو خدا نے ان کو بھلا دیا بے شک منافق نافرمان ہیں''۔(سورۃ التوبہ: ۶۷)

'' اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے آتش جہنم کا وعدہ کیا ہے
جس میں ہمیشہ رہیں گے وہی ان کے لائق ہے اور خدا نے ان پر لعنت کر دی ہے۔ اور ان کے لئے ہمیشہ کا عذاب تیار ہے''۔(سورۃ التوبہ: ۶۸)
''تاکہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور خدا مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے، اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے''۔(سورۃ الاحزاب: ۷۳)

''اور اس لئے کہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو خدا کے حق میں بُرے بُرے خیال رکھتے ہیں عذاب دے۔ انہی پر برے حادثے واقع ہوں۔ اور خدا ان پر غصے ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کے لئے دوزخ تیار کی اور وہ بری جگہ ہے''۔(سورۃ الفتح: ۶)
جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے کہ اس عارضی دنیا کی آزمائش اور آخرت میں حاصل ہونے والے اجر کے سلسلے میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔

ماں کی قدر و منزلت

اسلامی اخلاقیات تمام انسانوں کی سماجی اور ذاتی زندگی کی ضامن ہیں، اور ان کو آسان ترین، مطمئین اور خوشحال زندگی گزارنے کی راہنمائی کرتی ہیں۔ یہ اخلاقیات جنس، تقسیم و تفریق اور معاشی حیثیت سے بالاتر تمام لوگوں کو عدل و انصاف، صبر واستقلال، صلہ رحمی اور ایک دوسرے سے معاونت اور مددگاری کا درس دیتی

ہیں۔اس سے قطع نظر کہ وہ کس سے لین دین کر رہے ہیں مسلمانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ حتی الوسع کوشش کریں کہ وہ اسلامی اخلاقیات پر عمل پیرا ہوں۔ مسلمان اس لئے بھی اسلام کے اخلاقِ حسنہ اپناتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔اس کے نتیجے میں ایک شخص کی ذاتی سماجی حیثیت، جنس، علم اور دوسری جملہ خصوصیات ان کے لئے غیر ضروری اور بے محل و بے ربط ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خواتین سے اور خاص طور پر ماں سے برتاؤ کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ والدین بچوں کو اچھی تعلیم دلوانے، عمدہ اور نفیس کردار اپنانے اور یہ بھی سکھانے کی کو ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے لوگوں سے کیسے برتاؤ کیا جاتا ہے۔ چونکہ والدین کئی سالوں تک مالی و دوسری قربانیوں دیتے ہیں اس لئے اولاد پر یہ فرض ہے کہ وہ بھی والدین کو ان کی کاوشوں اور بے غرض معاونت کا صلہ احترام اور خدمات کی صورت میں دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس ذمہ داری کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے''۔

(سورۃ العنکبوت: ۸)

''۔۔۔۔۔۔اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا''۔

(سورۃ الاحقاف: ۱۵)

'' کہو کہ لوگوں آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دی ہیں۔ ان کی نسبت اس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ کسی کو خدا کا شریک نہ بنانا اور ماں باپ سے بدسلوکی نہ کرنا بلکہ سلوک کرتے رہنا اور ناداری کے اندیشے سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا کیونکہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ اور بے حیائی کے کام ظاہر ہوں یا پوشیدہ ان کے پاس نہ پھٹکنا اور کسی جان والے کو جس کے قتل کو خدا نے حرام کر دیا ہے قتل نہ کرنا مگر جائز طور پر یعنی جس کا شریعت حکم دے۔ ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے۔ اگر تم سمجھو''۔(سورۃ الانعام: ۱۵۱)

قرآن پاک میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور ان کے سامنے خودسری اور گھمنڈ و غرور سے اجتناب کیا جائے۔

''اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ، اور ماں باپ اور قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو یعنی پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور تکبر کرنیوالے بڑائی مارنیوالے کو دوست نہیں رکھتا۔(سورۃ النسائ: ۶۳)

اس سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نصیحت فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ صبر و استقلال، سمجھداری، صلہ رحمی اور عزت و احترام کے ساتھ اپنے والدین سے سلوک کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی فرمایا ہے کہ ماں نے اسے پیدا کرتے وقت کتنی مصیبتیں اور تکالیف برداشت کیں اور اس کے ساتھ ساتھ اس کی پرورش میں دن رات ایک کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

''اور ہم نے انسان کو جیسے اس کی ماں نے تکلیف سہ کر پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے پھر اس کو دودھ پلاتی ہے اور آخر کار دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے نیز اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکر کرتا رہ اور اپنے ماں باپ کا کہ تم کو میری طرف لوٹ

کرآتا ہے"۔(سورۃ لقمان: ۱۴)

"اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا۔اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے جنا۔اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے۔یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں۔ان کا شکر گزار ہوں۔اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔اور میرے لئے میری اولاد میں اصلاح وتقوی دے۔میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں"۔(سورۃ الاحقاف: ۱۵)

ہر ماں بچے کی پیدائش کے دوران کئی ماہ تک تکالیف برداشت کرتی ہے۔اور نہایت ہی ریاضت ووالہانہ لگاؤ اور جذبے کا مظاہرہ کرتی ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ مرحلہ عورت کے لئے نہایت ہی تکلیف دہ ہوتا ہے اس دورانیہ کے بعد وہ بے غرض وبے لوث خدمت گزاری اختیار کرتی ہے اور بچے کی خوراک اور پرورش شروع کر دیتی ہے۔اللہ تعالی نے لوگوں کو اس حقیقت سے آشکار کیا اور نشاندہی کی کہ "مائیں خاص مخلوق ہیں" مزید برآں اللہ تعالی کی لوگوں کو نصیحت ہے کہ وہ اپنے والدین کی بے غرض وبے لوث اور ان تھک محنت کو فراموش نہ کریں،اور ان سے مساویانہ برتاؤ کریں،جبکہ وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور ان پر انحصار کریں۔

"اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف تک نہ کہنا اور نہ انہیں جھڑکنا اور ان سے بات ادب کے ساتھ کرنا۔اور عجز ونیاز سے ان کے آگے جھکے رہو اور ان کے حق میں دعا کرو کہ اے پروردگار جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں شفقت سے پرورش کیا تو بھی ان کے حال پر رحمت فرما"۔

(سورۃ بنی اسرائیل: ۲۳۔۲۴)

جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کہ بڑھاپے کا مطلب جسمانی قوت،صحت اور توانائی کا کھو جانا ہے۔بڑھاپے میں لوگ اپنی دیکھ بھال،تحفظ اور مدد کے لئے دوسروں پر انحصار کرتے ہیں۔ان کی ذہنی صلاحتیں کمزور پڑھ جاتی ہیں اور ان کو یاداشت کھونے کے ساتھ ساتھ دوسرے مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔مسلمان اللہ تعالی کے احکام کے مطابق اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ صلہ رحمی،صبر واستقلال،سمجھداری اور احتیاط سے برتاؤ کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیات یہ واضح کرتی ہیں کہ مسلمانوں کو اپنے بوڑھے والدین سے کیسے برتاؤ کرنا چاہیے۔جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالی نے والدین کے ساتھ معمولی سی نافرمانی سے بھی منع فرمایا ہے۔اور حکم دیا ہے کہ ان کے ساتھ اچھے اور عمدہ الفاظ سے بات کریں۔اور ایسا برتاؤ کریں کہ والدین کو ذرا بھی گزند نہ پہنچے اور وہ گھبراہٹ کا شکار نہ ہوں اور ان کو کسی قسم کی شکایت نہ ہو۔اس کے نتیجے میں مسلمان اپنے بوڑھے والدین کے ساتھ سوجھ بوجھ' ہمدردی،دردمندی' رواداری اور احتیاط برتتے ہیں۔وہ اپنے والدین کے آرام وسکون کی خاطر ہر ممکن کوشش کرتے ہیں،اور مسلسل ان سے پیار اور احترام کرتے ہیں۔بڑھاپے میں پیش آنے والی مشکلات اور شکایات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مسلمان اپنے والدین کے لئے ضروریات کا بغیر کہے پہلے سے بندوبست کرتے ہیں۔صورت حال کیسی بھی کیوں نہ ہو،وہ ہمیشہ اپنے والدین سے شائستگی اور ملنساری سے پیش آتے ہیں۔

مسلمان نہ صرف اپنے والدین کی روحانی اور نفسیاتی ضرورویات کا خیال رکھتے ہیں بلکہ ان کی مادی اور مالی ضروریات کو بھی پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ والدین کا بچوں کی دولت میں حصہ ہے۔

"اے محمد (ﷺ) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کس طرح کا مال خرچ کریں۔کہہ دو کہ جو چاہو خرچ کرو لیکن جو مال خرچ کرنا چاہو وہ درجہ بدرجہ اہلِ استحقاق یعنی والدین کو اور قربت کے رشتہ داروں کو یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو سب کو دو۔اور جو بھلائی تم کرو گے خدا اس کو جانتا ہے"۔(سورۃ البقرۃ: ۲۱۵)

حضرت یوسفؑ کا اپنے والدین سے برتاؤ تمام لوگوں کے لئے بہترین مثال ہے۔ان کی مصر کے بادشاہ کی طرف سے خزانچی کی حیثیت سے تقرری کے بعد انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ نہایت ہی ادب واحترام اور جس طریقے سے مہربانی فرمائی اور اس کی بے نظیر مثال قائم کی۔اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کے اس طرز عمل کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

" جب یہ سب لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو یوسفؑ نے اپنے والدین کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا مصر میں داخل ہو جایئے خدا نے چاہا تو خاطر جمع سے رہیے گا۔اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا اور سب یوسفؑ کے آگے سجدے میں گر پڑے اور اس یوسفؑ نے کہا اباجان یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے بچپن میں دیکھا تھا۔میرے پروردگار نے اسے سچ کر دیا اور اس نے مجھ پر بہت سے احسان کئے ہیں کہ مجھ کو جیل خانے سے نکالا اور اس کے بعد کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا تھا۔آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔بے شک میرا پروردگار جو چاہتا ہے تدبیر کرتا ہے وہ دانا اور حکمت والا ہے "۔(سورۃ یوسف: ۹۹۔۰۰۱)

قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ مومنین اپنے والدین کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت، صلہ رحمی اور رحمت کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔کچھ آیات سے ہمیں یہ معلومات ملتی ہیں کہ انبیاء نے بھی اسی طرح کی دعائیں کئیں۔جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی اپنے والدین کے لئے کی گئی دعا کو بیان فرمایا ہے۔

" اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے والدین کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما۔اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی بڑھا "۔(سورۃ نوح: ۸۲)

یہ بات ہمارے ادراک میں آتی ہے کہ قرآن پاک اور اسلامی اخلاقیات والدین کی قدر اور اہمیت پر زور دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس طرح کے کردار کی خصوصیات تمام مسلمانوں کے لئے جوانی اور بڑھاپے میں بھی اہم ہیں۔تاہم کچھ حالات میں مومینن سے اپنے والدین کی بات نہ ماننے کا بھی حکم ہے مثال کے طور پر

" اور اگر وہ (والدین) تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ علم نہیں تو ان کا کہنا نہ ماننا، ہاں دنیا کے کاموں میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا اور جو شخص میری طرف رجوع لائے اس کے راستے پر چلنا پھر تم کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔تو جو تم کام کرتے رہے میں سب سے تم کو آگاہ کر دونگا "۔(سورۃ لقمان: ۵۱)

اس آیت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ اگر ان کے والدین اللہ تعالیٰ کی بغاوت کرتے ہیں اور اپنے بچوں کو بھی اسی راستے پر چلنے کی حوصلہ افزائی کریں، تب ان کی بات نہ مانی جائے۔اس کے باوجود اسلامی اخلاقیات کے مطابق والدین سے بدتمیزی اور بے رحمی سے پیش نہیں آنا چاہیے، بلکہ ان کی عزت کی جائے، ان کی خواہشات کا خیال رکھا جائے اور ان سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔

ازدواجی زندگی اور عورت

اگر رشتے ناطے دنیاوی اقدار کو بنیاد بنا کر استوار کیے جائیں تو یہ اکثر کھوٹ کا شکار ہو کر خراب یا زوال پذیر ہو جاتے ہیں، جیسا کہ اکثر شادی بیاہ میں ہوتا ہے۔جب لوگوں کا احترام اور محبت ان کی اقدار کی بنیاد پر کیا جائے گا، تب حالات کے بدلتے ہی ان کے جذبات میں بھی کمی آجائے گی۔یہ سب تقریباً اس وقت ناگزیر ہو جاتا ہے جب پیار، احترام اور وفاداری کسی کی خوبصورتی، دولت، صحت، نوکری یا سماجی حیثیت کی وجہ سے ہو۔جو کوئی بھی یہ معیار اختیار کرتا ہے، جب یہ عارضی اور سطحی خصوصیات غائب ہو جائیں گی، اسی لمحے دوسرے شخص کا پیار اور احترام بھی ختم ہو جائے گا۔اور جب یہ اقدار ختم ہو جائیں گی تو اس کے پاس اپنی بیوی کے لئے پیار اور احترام کی کوئی معقول وجہ باقی نہیں رہے گی۔

اللہ تعالیٰ پر اعتقاد، خوف اور اس ذات کی تعظیم واحترام اور کردار یا طرزِ عمل کی نفاست ہی وہ خصوصیات ہیں جو کہ پیار، احترام اور وفاداری کو دوام بخشتی ہیں، جو مرد اپنی

بیوی سے اور بیوی اپنے خاوند سے اس کے طرز عمل، اعتقاد اور عقیدے کی وجہ سے پیار کرتے ہیں، ازدواجی زندگی میں وہ ایک دوسرے کا ادب واحترام کریں گے، اور ایک دوسرے کے وفادار رہیں گے۔ اور اس طرح زندگی میں وہ نہایت ہی نفیس اور اعلیٰ طرزِ عمل کا مظاہرہ کریں گے۔ اس طرح ان میں سے کسی کی جوانی، دولت یا خوبصورتی ماند پڑھ جانے سے میاں بیوی کے درمیان محبت میں کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اس طرح ان کی دولت اور سماجی حیثیت کو بھی نقصان نہیں ہوگا۔ اس طرح ایک دوسرے کے لئے مشکلات کا باعث نہیں بنیں گے اور نہ ہی بے وفائی کا ثبوت دیں گئے، کیونکہ حالات کسی طرح کے بھی کیوں نا ہوں وہ اعتقاد، خوفِ خدا اور اس ذات کی تعظیم کی بنیاد پر ایسا کوئی کام نہیں کریں گے کہ جس سے ان کی عزت پر حرف آئے۔ مومنین ہمیشہ شائستگی اور ہمدردی کے ساتھ ساتھ انصاف اور رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ ذمہ داریاں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ہیں۔

ازدواجی زندگی میں قربت کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

''۔۔۔۔۔۔ وہ تمہاری پوشاک ہیں اور تم ان کی پوشاک ہو۔۔۔۔۔ ''۔(سورۃ البقرۃ: ۱۸۷)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یاد دلایا ہے کہ ہر خاوند یا بیوی کی مساوی ذمہ داریاں ہیں۔ یہاں پر لفظ ''لباس یا پوشاک'' سے مراد ایک دوسرے کی عزت و احترام کے تحفظ کی ذمہ داری ہے۔ اس سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ مرد اور عورت کی متلازم و تکمیلی خصوصیات ہیں''۔

ایک اور آیت ازدواجی زندگی میں پیار و محبت اور صلہ رحمی کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔

'' اور اسی کے نشانات اور تفرقات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔ جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں''۔

(سورۃ الروم: ۲۱)

مومنین اپنی بیویوں کو عطیہ خداوندی تصور کرتے ہیں کہ ان کی دیکھ بھال ان کے سپرد ہے اس لئے وہ ایک دوسرے کی بہت زیادہ قدر کرتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی سے شفقت، ہمدردی اور صلہ رحمی سے پیش آتے ہیں۔ جب بھی کسی صورت میں ان کی بیوی سے غلطی سرزد ہوتی ہے یا اس میں کوئی کمی نظر آتی ہے اور وہ یہ جانتے ہیں کہ قرآنی تعلیمات کے مطابق طرز عمل اختیار کرنے سے ہی مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے، اور اسی طرح مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دونوں میاں بیوی اطمینان بخش اور پر سکون زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ کہ۔

''، تم ایک دوسرے کے ساتھ صحبت کر چکے ہو''۔(سورۃ النسائ: ۲۱)

اللہ تعالیٰ ازدواجی زندگی میں قربت، یگانگت اور بے تکلفی کی وضاحت کرتے ہیں۔ اس نزدیکی، قربت، آشنائی، یگانگت اور بے تکلفی کے راز میں وہ ارادہ کارفرما ہے کہ جس کی بنیاد پر وہ ہمیشہ کے لئے نزدیکی اور قربت کے رشتہ کی بنیاد رکھ چکے ہیں جو کہ آخرت تک قائم رہے گا۔

حقیقی وفاداری اور انس و محبت اسی طرح کے رویہ کی توقع رکھتی ہے۔ کیونکہ ان کا پیار نہ تو خود غرضی کی بنیاد پر ہوتا ہے اور نہ ہی عارضی اور سطحی بلکہ اس کا مقصد دائمی ہوتا ہے۔ اسی لئے وہ مکمل طور پر ایک دوسرے کے وفادار، ایک دوسرے سے مانوس، ایماندار اور ایک دوسرے سے یگانگت اور ہم آہنگی رکھتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ قرآنی اخلاقیات قرابت و رفاقت کی بنیاد پر ازدواجی زندگی کے تعلقات کو قائم رکھتی ہیں، جس میں دونوں فریقین خوفِ خدا رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتے ہیں، اور اس کی بتائی ہوئی اخلاقیات پر عمل کرتے ہیں۔ اس طرح کے تعلقات میں ہر شخص کی وفاداری، وفاشعاری، صحبت، خلوص، صبر و استقلال اور میانہ وری ایک دوسرے کی ذات کی تکمیل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ اس طرح کی شادی دیرپا اور مستحکم ہوتی ہے۔

دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو ان خصوصیات سے خالی ازدواجی زندگی قلیل المعیاد ثابت ہوتی ہے۔
انہی وجوہات کی بناء پر اسلام عورت کے لئے شادی میں راحت، آرام اور آسائش تصور کرتا ہے، کیونکہ اس کو ازدواجی زندگی میں پیار، احترام اور وفاداری و وفاشعاری میں ہر ممکن تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا ہمیشہ احترام ہوتا ہے۔ اس کی قدر ہوتی ہے۔ اور اسے عزت و وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ گھمنڈ و تکبر، برتری کے احساس اور جھوٹ سے مبرا وہ ایک پر سکون اور پر اطمینان زندگی بسر کرتی ہے۔
ہمارے پیارے نبی ﷺ اس سلسلے میں تمام مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو مندرجہ ذیل آیت میں بیان فرمایا ہے۔
" تم کو پیغمبرِ خدا کی پیروی کرنا بہتر ہے۔ یعنی اس شخص کو جسے خدا سے ملنے اور روز قیامت کے آنے کی امید ہو اور خدا کا ذکر کثرت سے کرتا ہو "۔ (سورۃ الاحزاب: ۱۲)
حضور ﷺ بسا اوقات اور اکثر مسلمان عورتوں کی اہمیت اور قدر و منزلت بیان فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ اس حدیث میں۔

حضرت عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا
"دنیا ساری پونجی اور فائدہ ہے لیکن اس میں سب سے بڑھ کر فائدے اور مالیت کی چیز
عورت نیک بخت ہے" (۶۱)
یعنی جس کو عورت نیک بخت اور خوش اخلاق ملے اس کو سب سے بڑھ کر دنیا میں دولت ملی
ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا۔
"مومنوں میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے، جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو اور تم میں سے سب سے زیادہ اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے اچھے ہیں۔"(۷۱)

حضور ﷺ کا مثالی اور پاکیزہ طرزِ عمل تمام مسلمانوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ شادی شدہ عورت کے ساتھ عمدہ برتاؤ کی اہمیت کو واضح فرماتے ہیں۔

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا ہے اور میں تم میں سے بیویوں سے برتاؤ کرنے والا بہترین ہوں۔"(۸۱)
آپ ﷺ ایک اور حدیث میں عورت کے مقام کی اہمیت بیان فرماتے ہیں۔

"عورتوں کے ساتھ صلۂ رحمی سے پیش آؤ۔"(۹۱)
ہمارے پیارے نبی ﷺ جو کہ تمام مومنین کے لئے بہترین نمونہ ہیں، آپ ﷺ اپنی بیویوں سے نرمی، نفاست اور ہمدردانہ انداز سے پیش آتے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔
"میں نے حضرت محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی مرد اپنے خاندان کے افراد کے ساتھ شفقت سے پیش آنے والا نہیں دیکھا۔"(۰۲)

خواتین کا تحفظ
یہ اعلان فرما کر کہ
" اور ہم قرآن کے ذریعے سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے۔۔۔۔۔ "(سورۃ بنی اسرائیل: ۲۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایاہے کہ اسلامی اخلاقیات ہمیشہ لوگوں کو اچھائی کی طرف راہنمائی فرمائے گی کیونکہ قرآنی آیات ان کے لئے خزانہء رحمت ہیں۔ یہ آیات لوگوں میں عدل وانصاف کو قائم کرتیں اور ان کو اطمینانِ قلب نصیب کرتی ہیں، عورتوں کی سماجی اور خاندانی دونوں زندگی میں حقوق کے تحفظ کی ضامن ہیں اور یہ آیت کہ

"۔۔۔۔ہم تمہارے پاس اس کا معقول اور خوب مشرح جواب بھیج دیتے ہیں"۔(سورۃالفرقان: ۳۳)

واضح کرتی ہے کہ قرآن پاک میں وہ تمام جملہ علوم موجود ہیں کہ جن پر عمل پیرا ہو کر ہم عملی زندگی کے ہر پہلو میں مستحق قدر، پیارااور عزت وو قار حاصل کر سکتے ہیں۔

یہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کے لئے بھی بہت بڑی رحمت، سکون وآسائش اور عطیہ ہیں۔ جب لوگ قرآنی اخلاقیات کے مطابق طرزِ عمل اختیار کریں گے تب معاشرے میں عورتوں کے مقام اور کردار کے مسائل کے ساتھ ساتھ مشرکین کے معاشروں میں عورتوں کو جن تنازعات اور مسائل کا سامنا ہے سب یقینی طور پر حل ہو جائیں گے۔

اب ہم ان آیات کا جائزہ لیں گے جو کہ عورتوں کے سماجی حقوق کا تحفظ کرتی ہیں اور اسلام کے اخلاقی نظام میں ان کی اہمیت اور قدر و منزلت واضح کرتی ہیں۔

عورتوں کی مرضی اور طلاق

مومنین خداخوفی اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ ان کا اعتقادان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے ضمیر یا استدلال اور قرآنی اقدار کی ہر لمحہ فرمانبرداری کریں۔چونکہ مشرکین کی راہنمائی ان کی فاسد وفاجر جبلت اور شیطان کرتا ہے اس لئے یہی عناصر ان کی زندگی پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔لہٰذا وہ منصفانہ اور نفاست سے بھرپور طرز عمل اختیار کرنے کی بجائے اپنے ذاتی مفاد اور اَنا کی تسکین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ صورتِ حال اس وقت دیکھنے میں آتی ہے جب ان کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں۔ خاص طور پر اگر ان کی شادی مالی مفاد کی بنیاد پر کی گئی ہو۔

ان لوگوں کے ہاں طلاق کا مطلب باہمی مفاد کی بنیاد پر تمام رشتے اور ناطوں کا خاتمہ ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جب یہ مفاد باقی نہیں رہا تب اس چیز کی کوئی ضرورت نہیں کہ دوسرے فریق کا احترام اور قدر کی جائے۔اس کے نتیجے میں وہ دوسروں کے لئے اچھائی کرنے میں کوئی وجہ نہیں پاتے۔اور اس طرح دوسرے شخص کی حالت سے قطع نظر اپنے ذاتی مفاد کا تحفظ کرتے ہیں۔

مومنین اس طرح کی صورتِ حال میں اس کے برعکس طرز عمل اختیار کرتے ہیں، کیونکہ ان کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جائے۔اس بات سے مکمل طور پر باخبر کہ اپنے نفس کی خواہشات کی پیروی یا ذاتی خود غرض اَنا کی تسکین سے ذات باری تعالیٰ ناراض ہوتی ہے وہ اپنے ضمیر او راستدلال اور قرآنی اخلاقیات سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ طلاق کے معاملے میں بھی وہ ایک دوسرے سے احسن طریقے اور عدل وانصاف سے پیش آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں سے فرمایا کہ وہ اپنی بیویوں کو احسن اور نفیس طریقے سے طلاق دیں۔

"اور جب تم عورتوں کو دو دفعہ طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں یا تو احسن سلوک سے نکاح میں رہنے دو یا بطریقِ شائستہ رخصت کردو۔۔۔۔۔"۔(سورۃ

البقرۃ: ۱۳۲)

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے وہ اپنی سابقہ بیویوں سے صبر واستقلال، ہمدردی، شائستگی اور احسن طریقے سے برتاؤ کرتے ہیں، اور ایک دوسرے کے لئے سابقہ، پیار ومحبت اور عزت واحترام کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین مردوں کے اس طرح کی صورت حال میں اختیار کردہ طرزِ عمل کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔

'' مومنو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرکے ان کو ہاتھ لگانے یعنی ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دے دو تم کو کچھ اختیار نہیں کہ ان سے عدت پوری کراؤ۔ ان کو کچھ فائدہ یعنی خرچ دے کر اچھی طرح رخصت کردو۔ (سورۃ الاعذاب: ۹۴)

مطلقہ عورتوں کے مالی تحفظ کی ضمانت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مسلمان مرد کو اپنی سابقہ بیوی کے مالی تحفظ کی ہر ممکن ضمانت دینا چاہیے، تاکہ وہ اپنی مالی ضروریات کو پورا کرسکے۔

'' اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق نان ونفقہ دینا چاہیے۔ پرہیزگاروں پر یہ بھی حق ہے ''۔ (سورۃ البقرۃ: ۱۴۲)

اس رقم کا اندازہ لگانے کے لئے مسلمان مرد کو چاہیے کہ وہ اپنے ضمیر اور استدلال سے کام لے اور سابقہ بیوی کی سماجی حیثیت اور رتبے کا خیال رکھے۔ قرآن مجید میں اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

'' ہاں ان کو دستور کے مطابق کچھ خرچ ضرور دو یعنی مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق دے اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق، نیک لوگوں پر یہ ایک طرح کا حق ہے''۔

(سورۃ البقرۃ: ۲۳۶)

'' صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا خدا نے اس کو دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔ خدا کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ مگر اسی کے مطابق جو اس کو دیا ہے اور خدا عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا''۔

(سورۃ طلاق: ۷)

باالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ بغیر مستشنیٰ کیے ہر کسی کواس کے مالی وسائل کے مطابق ذمہ دار ٹھہراتا ہے کہ وہ طلاق یافتہ عورتوں کو مناسب زندگی گزارنے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور ادا کریں۔ کچھ مشرکین اپنی سابقہ بیوی کو طلاق کے وقت ادا کی جانے والی رقم کا ضیاع سمجھتے ہیں کیونکہ نہ تو وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے خواہاں ہیں۔ چونکہ وہ صرف ذاتی مفاد کا تحفظ چاہتے ہیں۔ اس لئے وہ اس بات کو اہمیت نہیں دیتے کہ جس سے وہ الگ ہو گئے ہیں یا جس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں اس کے لئے ہمدردی اور شفقت کے جذبات رکھیں۔ اسی وجہ سے وہ اس ذمہ داری کو کم از کم ادھوری یا مکمل طور پر قبول کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

دوسری طرف جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ مومن مرد اپنی سابقہ بیوی کے لئے جو کچھ بھی وہ کر سکتے ہیں ان کی مالی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مومنین یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ ضروری نہیں ہے لیکن ان کا جو اصل ارادہ کار فرما ہے وہ یہ کہ وہ اس طرح کرنے سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں گئے۔ اس حقیقت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں آشکار کیا گیا ہے۔

"خدا تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیز گاری پہنچتی ہے "۔(سورۃ الحج: ۳۷)

یہی وجہ ہے کہ ایک مومن مرد رضامندی سے اپنی سابقہ بیوی کی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے، تاہم اگر وہ سابقہ بیوی کچھ حاصل کرنے کی خواہش نہ رکھے اور اگر وہ یہ حق چھوڑنے کی خواہش رکھے، تب اس کے سابقہ خاوند پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

"اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو۔ ہاں اگر وہ اپنی خواہش سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے ذوق شوق سے کھالو "۔(سورۃ النسائ: ۴)

سابقہ بیوی کا اپنی جائیداد پر حق

قرآنِ پاک یہ بیان کر کے کہ ازدواجی زندگی کے دوران عورت کے خاوند نے اسے جو بھی دیا طلاق کے بعد وہ اس کو اپنے پاس رکھنے کا حق رکھتی ہے، عورتوں کے مفاد کا بھی تحفظ کرتا ہے۔

" اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنا چاہو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ مت لینا۔ بھلا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اس سے واپس لو گے۔ اور تم دیا ہوا مال کیونکر واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے سے صحبت کر چکے ہو اور وہ تم سے عہد واثق بھی لے چکی ہیں "۔
(سورۃ النسائ: ۲۰۔۲۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مومن مرد کو اپنی شادی کی شرائط کا ہر حالت میں احترام کرنا چاہیے۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کے باوجود کہ عورت نے شادی کے بندھن کے دوران جو بھی جائیداد یا رقم اپنے خاوند سے وصول کی ہے طلاق کے بعد خاوند کے پاس کوئی حق نہیں کہ وہ ان چیزوں کو واپس لے۔ مومن مرد اس حقیقت سے باخوبی واقف ہیں، اور اس حکمِ ربی پر عمل پیرا ہونے کی پوری اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔

یہ جائز نہیں کہ جو تم ان کو دے چکے ہو۔اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ہاں اگر زن وشوہر کو خوف ہو کہ وہ خدا کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔تو عورت خاوند کے ہاتھ سے رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں یہ خدا کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ان سے باہر نہ نکلنا۔اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں گے وہ گنہگار ہوں گے۔(سورۃالبقرۃ: ۹۲۲)

جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ عورتوں کے بارے میں اسلامی اخلاقیات کے نظریات نہایت ہی اعلیٰ ہیں،اوران خیالات و نظریات کی ہر ممکن کوشش ہے کہ عورت کو مصائب،مشکلات اور پریشانیوں سے نجات دی جائے۔لہٰذا مومن مرد عورتوں کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں اور اُن کے ساتھ نہایت ہی رواداری سے پیش آتے ہیں۔

طلاق یافتہ عورتوں کی رہائش

جب سابقہ بیوی کی رہائش کا سوال پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا کہ

''مطلقہ عورتوں کو ایام عدت میں اپنے مقدور کے مطابق وہیں رکھو جہاں خود رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے تکلیف نہ دو۔اور اگر حمل سے ہوں تو بچہ جننے تک ان کا خرچ دیتے رہو پھر اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو بچے کے بارے میں پسندیدہ طریق سے موافقت رکھو اور اگر باہم نااتفاقی کروگے تو بچے کو اس کے باپ کے کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی''۔(سورۃ طلاق: ٦)

مومن مردوں پر اپنی سابقہ بیوی کی تمام ضروریات چاہے وہ مادی ہوں یا دوسری پورا کرنے کی پوری ذمہ داری ہے تاکہ وہ مشکلات کا شکار نہ ہو۔اول یہ کہ سابقہ بیوی کو رہائش کی سہولت دی جائے جب تک کہ اس کے لئے رہائش کا مناسب بندوبست نہ ہو۔

دوئم یہ اگر عورت حاملہ ہے تو بچے کی پیدائش تک اور عورت کی صحت سے متعلقہ جتنے بھی اخراجات ہیں وہ تمام اس کے شوہر کی ذمہ داری ہے۔یہاں جو بات اہم ہے وہ یہ کہ مومن مرد بڑی سنجیدگی اور سوجھ بوجھ سے طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں۔حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں اور اپنی سابقہ بیوی کی مالی اور دوسری جملہ ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داریوں کو یقینی بناتے ہیں' تاکہ عورت کو کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہ ہو۔یہ تمام معاملات اسلامی تعلیمات کے مطابق حل کیے جاتے ہیں۔

بزور طاقت عورتوں کے وارث مت بنو

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے سماجی حقوق کے تحفظ کے لئے بہت سی تجاویز پیش فرمائی ہیں۔مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ مومنین کو خبردار کیا ہے کہ

'' مومنو! تم کو جائز نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔اور دیکھنا اس نیت سے کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے اس میں کچھ لے لو،اور انہیں گھروں میں مت روک رکھنا،ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی مرتکب ہوں تو روکنا نامناسب نہیں اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو ''۔(سورۃ النسائ: ۹۱)

یتیم لڑکیوں کے حقوق کا تحفظ

مندرجہ ذیل آیت یتیم بچیوں سے برتاؤ کی طرف ہماری توجہ مبذول کرواتی ہے۔

''اے پیغمبر لوگ تم سے یتیم عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ خدا تم کو ان کے ساتھ نکاح کرنے کے معاملے میں اجازت دیتا ہے اور جو حکم اس کتاب سے دیا گیا ہے وہ ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم ان کا حق تو دیتے نہیں اور خواہش رکھتے ہو کہ ان کے ساتھ نکاح کر لو اور نیز بے چارے بے کس بچوں کے بارے میں۔ اور یہ بھی حکم دیتا ہے کہ یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو۔ اور جو بھلائی تم کرو گے خدا اس کو جانتا ہے''۔ (سورۃ النسائ: ۱۲۷)

کچھ مشرکین ان کمزور اور نہتے لوگوں جن کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا، کو جائیدار سے محروم کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ ان کے مفاد کا تحفظ کر سکیں، اس گروہ میں سے ایک یتیم بچیاں ہیں جو کہ اپنی جائیداد کی وجہ سے اکثر لالچی لوگوں کے لالچ کا شکار ہو جاتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو اس طرح کے بُرے لوگوں سے خبردار کرتے ہیں۔ ان کے طرزِ عمل کی خصوصیات کو بیان کرتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر چلیں۔

مومنین جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور ان کو ان کے اعمال کے بدلے میں آخرت میں پوچھے گا۔ اور خاص طور پر ان لوگوں سے جو کہ اس دنیا میں لوگوں سے دھوکہ اور چالاکی کرتے ہیں یا پھر ان سے بے انصافی اور بے رحمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

اس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے وہ اس طرح کی تمام برائیوں سے گریز کرتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ اس دنیا میں تھوڑا سا لالچ اور طمع ان کے لئے آخرت میں ابدی مشکلات کا باعث بن سکتا ہے۔ اسی طرح وہ یتیم بچیوں کے حقوق کا سختی سے خیال رکھتے ہیں جن سے وہ شادی کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے دل میں ان کی دولت ہتھیانے کا کوئی مخفی منصوبہ نہیں ہوتا ہے۔

مسلمان خواتین کا مثالی کردار

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو بھی ایمان کے ثمرات حاصل ہو سکتے ہیں۔

''اور مومنو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرنا۔ کیونکہ مشرک عورت خواہ تم کو کیسی ہی بھلی لگے اُس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔ اور اسی طرح مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں مومن عورتوں کو اُن کی زوجیت میں نہ دینا۔ کیونکہ مشرک مرد خواہ وہ تم کو کیسا ہی بھلا لگے اس سے مومن غلام بہتر ہے۔ یہ مشرک لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور خدا اپنی مہربانی سے بہشت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اور اپنے حکم لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ نصیحت حاصل کریں''۔ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایمان والوں کے کردار اور حسن خلق کی طاقت کی سب سے اہم وجوہات عقیدہ، خدا خوفی اور اسلامی اخلاقیات کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا اقرار ہیں۔ ایمان ایک شخص کی خصوصیت کو بامقصد بناتا ہے۔ مزید برآں قرآن پاک کا حسن خلق خاص طور پر عورتوں اور دوسرے لوگوں کو ٹھوس، مضبوط اور اعلیٰ ترین اخلاق حاصل کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ

''۔۔۔ بلکہ ہم نے ان کے پاس اُن کی نصیحت کی کتاب پہنچادی ہے۔۔۔''(سورۃ المومنون: ۷۱)

قرآن پاک کا حسنِ خلق لوگوں کو باعزت اور اعلیٰ مقام دیتا ہے۔ لہٰذا وہ عورتیں جو اس قرآنی حسن خلق کے مطابق زندگی گزارتی اور انہیں اپناتی ہیں، اُن کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہ عزت و وقار کی صحیح حقدار ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کے لئے کوئی الگ معیار یا طرزِ عمل واضح نہیں کیا بلکہ تمام انسانیت پر زور دیا کہ وہ مسلمانوں کے کردار یا طرزِ عمل پر عمل درآمد کریں۔ لہٰذا مسلمان خوفِ خدا رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی عزت و تکریم کرتے ہیں۔ اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ صرف آخرت کی کامیابی کے خواہاں ہوتے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور یہ کہ مرد ہو یا عورت ایک نہ ایک دن اسے ضرور مرنا ہے۔

تمام مسلمان ہمیشہ قرآنی حسن خلق کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ عورتیں جو کہ قرآنی حسن خلق پر عمل کرتی ہیں، وہ مشرک عورتوں میں پائی جانے والے کردار کی خامیوں، کمزوریوں اور تعصبات سے پاک ہوتی ہیں۔ بلکہ اس کے بجائے وہ اپنے عقیدے یا ایمان کی بنیاد پر ایک مضبوط اور ٹھوس کردار کی تعمیر کرتی ہیں۔ مومنہ عورتیں اپنے معاشرے، خاندان اور دوست واحباب کی تجاویز اور تنقید کو نظرانداز کرتے ہوئے قرآن پاک کے حسن خلق کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتی ہیں۔

مریمؑ ان جیسی عورتوں کے لئے ''مثالی نمونہ'' ہیں۔ کیونکہ مشرک معاشرے کے ہاتھوں دی گئی تمام تکالیف برداشت کرنے کے دوران انہوں نے اپنے اعلیٰ کردار، اخلاقی بلندی اور ایمانداری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، صدق دل سے نیاز مندی اور مستقبل مزاجی سے اسلامی اقدار پر عمل درآمد کرنے کی وجہ سے اس قابل ہوئیں کہ اپنی پاکدامنی، پاکباری اور عصمت کا تحفظ کر سکیں۔ وہ ان جملہ خصوصیات کی بناپر اپنے لوگوں میں جانی اور پہچانی جاتی تھیں۔
بعدازیں صفحات پر ہم عورت کے مثالی کردار کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ مثالی مومنہ عورت کا کردار کس طرح مشرک عورت سے مختلف ہوتا ہے۔

مسلمان عورت کی اطاعت گزاری
مسلم عورت صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔ مکمل طور پر اس کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات سے باخبر رہتی ہے کہ خالق کائنات صرف ایک ہی ہے اور کوئی دوسری ہستی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اکیلا رب العالمین ہے۔ وہی غالب اور حکمت والا ہے۔ ہر شے اسی کے قبضہء قدرت میں ہے۔ لہٰذا مسلم عورت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تکریم کرتی ہے اور اسی ذات کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اسی کی اطاعت کرتی ہے۔ وہ صرف اسی واحد ہستی کی عبادت کرتی ہے۔ اسی کو اپنا حقیقی اور قریبی دوست سمجھتی ہے۔ صرف اسی کو اپنا معاون و مددگار سمجھتی ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی ہے کہ خیر و شر ہمیشہ اسی

کی طرف سے ہوتی ہے۔اس علم کے ساتھ زندگی گزارتی ہے کہ جملہ حاجات کا حاجت روا وہی ہے۔وہ یہ بھی جانتی ہے کہ وہی زندگی دیتا ہے۔دیکھ بھال اور حفاظت وہی کرتا ہے۔مدد اور تحفظ بھی اسی کی طرف سے ہے۔انہی وجوہات کی بناء پر وہ کسی دوسرے پر انحصار نہیں کرتی اور بھروسہ صرف اسی ذات پر کرتی ہے۔

مومنہ عورت اپنی ساری زندگی بلا خوف وخطر اور ذرہ برابر شک کے بغیر گزارتی ہے اور اس ذات پر کامل یقین رکھتی ہے۔انتہائی نامساعد حالات کے باوجود اس کا دل نہیں ڈولتا۔وہ یہ جانتی ہے کہ کیسے شکر گزار رہا جا سکتا ہے۔ان حالات میں جبکہ زندگی میں خوشحالی ہو اور اس وقت بھی جبکہ زندگی میں آسودگی ہو وہ اپنی زندگی مسلسل اطاعت گزاری، رب کی محبت وشفقت، خدا ترسی، عفو ودر گزر اور اسی کی نگہداشت میں بسر کرتی ہے۔

جب بھی اسے کوئی مشکل در پیش آتی ہے، وہ یہ جانتی ہے کہ اس مسئلے کا حل قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا ہے۔یہ کہ سب سے زیادہ اہمیت جس چیز کو حاصل ہے وہ یہ کہ مومنہ عورت اللہ تعالیٰ کی ذات سے مسلسل محبت، عاجزی وانکساری اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین و بھروسہ رکھتی ہے۔اسے اللہ تعالیٰ کے اس وعدے پر کامل یقین ہوتا ہے کہ ہر شے عدل وانصاف اور حکمت و دانائی اور اچھائی کے ساتھ تخلیق کی ہے۔
اگرچہ اس کے مسائل کی رات تاریک اور طویل کیوں نہ ہو، اس کے باوجود وہ کبھی بھی ناامیدی یا پریشانی کے آگے نہیں جھکتی۔اللہ تعالیٰ اسے جو بھی عطا کرتا ہے، وہ اس پر توکل اور قناعت کرتی ہے۔وہ اپنے صبر واستقلال اور اطاعت کو برقرار رکھتے ہوئے یہ جانتی ہے کہ اس میں کوئی نہ کوئی ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہتری ہوگی ۔وہ یہ بھی جانتی ہے کہ وہ لوگ جو ان حالات میں اللہ تعالیٰ پر ایمان ترک کر دیتے ہیں، قرآن پاک ان کے بارے میں کیا کہتا ہے۔مزید برآں وہ یہ پڑھتی ہے۔

''۔۔۔۔۔۔میرا پرودگار میرے ساتھ ہے وہ مجھے رستہ بتائے گا'' (سورۃ الشعرائ:۲۶)

بلکہ وہ اسی طرح کا طرز عمل اختیار کرتی ہے جس طرح انبیاء مشکلات کے وقت کرتے تھے۔ساری زندگی اس کا گہرا اعتقاد اس کو اس قابل کر دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رواداری، قربت، محبت، مدد اور دوستی کے جلوے دیکھتی ہے۔

اس اعلیٰ اور عظیم کردار کی انفرادیت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے جب اس کا مقابلہ مشرک معاشرے کی عورت سے کیا جاتا ہے۔کچھ مشرک عورتیں اس طرح کے حالات میں اس درجے کی اطاعت گزاری کا مظاہرہ نہیں کرتیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی گئی مخلوق میں مخفی حکمت اور دانائی سے انکار کرتی ہیں۔ان مشرک عورتوں کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں کہ جب بھی انہیں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔وہ بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ان میں عزم صمیم کا فقدان دیکھنے میں آتا ہے۔ وہ جلدی گھبراہٹ کا شکار ہو جاتی ہیں۔اکثر غصے سے بپھر جاتی ہیں۔

انہی وجوہات کی بنا پر اور انہیں کوفت و پریشانی سے بچاؤ کے لئے مرد اکثر عورتوں کو مخفی تکلیف دِہ حالات سے دور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔فلمیں اور ناول اس طرح کی داستانوں سے بھرپور ہیں۔چونکہ مشرک عورتیں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں رکھتیں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتیں، اس لئے اُن میں مشکلات کا

سامنا کرنے اور صبر واستقلال کا حوصلہ نہیں ہوتا۔ حقیقت میں اُن کی طاقت متواقع ثمرات کی مقدار کے مقابلے میں براہ براست تناسب ہوتی ہے۔ان پریشان کن حالات میں مومنہ عورت اپنے عقیدے اور عزم صمیم سے حاصل شدہ طاقت سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتی ہے۔لہٰذا ان کی قوت مدافعت کافی مضبوط ہوسکتی ہے۔

''رستہ تو وہی ہے جو خدا نے بتایا ہے اور ہمیں حکم ملا ہے کہ ہم خدائے رب العالمین کے فرمانبر دار ہوں۔(سورۃ الانعام: ۷۱)

اور وہ لوگ جو اس ذات کے سامنے جھکتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ خوشخبری سناتا ہے۔
''اور جو شخص اپنے تئیں خدا کی فرمانبرداری کرے اور نیکوکار بھی ہو تو اس نے مضبوط دستاویز ہاتھ میں لے لی۔اور سب کاموں کا انجام خدا ہی کی طرف ہے ''(سورۃ لقمان: ۲۲)

''ہاں جو شخص خدا کے آگے گردن جھکا دے۔یعنی ایمان لے آئے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے۔اور ایسے لوگوں کو قیامت کے دن نہ کسی کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے ''(سورۃ البقرہ: ۲۱۱)

مسلمان خواتین: قرآن واحادیث کی روشنی میں
دوسرے مومنین کی طرح مسلم عورت کی ہدایت اور رہنمائی کا واحد ذریعہ قرآن پاک اور اپنے نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ ہیں۔مومنہ عورت اپنی شخصیت، کردار ،زندگی کے قرینے،مثالی نمونے،خواہشات،رویے اور اخلاقیات کو انہی دونوں ذرائع کے پیرائے میں ڈھالتی ہے۔

''کیا یہ زمانہ جاہلیت کے حکم کے خواہش مند ہیں۔اور جو یقین رکھتے ہیں،اُن کے لئے خدا سے اچھا حکم کس کا ہے ''(سورۃ المائدہ: ۰۵)

اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے کہ سب سے افضل دانائی اور اعلیٰ ترین فیصلے کرنے کے طریقے صرف اور صرف قرآن میں ہیں مزید یہ کہ

'' -------۔اور ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان مفصل ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے ۔(سورۃ النحل: ۹۸)

پیارے نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے۔

'' میں تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت چھوڑے جارہا ہوں۔اگر تم اس پر مضبوطی سے قائم رہو گے تو تم کبھی بھی گمراہ نہ ہوں گے ''۔(۱۲)
ان الفاظ کے ساتھ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے مسلمانوں کو قرآن وسنت کی رہنمائی کی اہمیت سے روشناس کروایا۔

جب ہم مشرک معاشرے کی عورت کے بارے میں گھسے پٹے تصور کو دیکھتے ہیں تو ہم یہ غور کرتے ہیں کہ وہ اپنے مزاج اور جبلت پر عمل کرتی ہے اور اسی کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرتی ہے۔ بچپن سے اُن کی جس مثالی عورت کے بارے میں تربیت کی ہوتی ہے، وہی اُن کی زندگی میں رہنمائی کا واحد ذریعہ ہوتی ہے۔ فلموں اور ناولوں میں انہوں نے جس عورت کے تصور کے بارے میں پڑھا یا دیکھا ہوتا ہے وہ اپنے ارد گرد کے ماحول میں اسی طرح کا رویہ اختیار کرتی ہیں۔ عورت کے کردار کا طرزِ عمل کیسا ہونا چاہیے، لوگ بھی اس پر متفق ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس طرح کے ماحول میں اس طرح کا کردار اور رویہ ایک عام سی بات ہے۔ اور یہ ان کی زندگی کا حصّہ بن جاتا ہے۔ اس طرح یہ اندازہ لگانا آسان ہو جاتا ہے کہ وہ کسی خاص حالت میں کیسا رویہ اختیار کریں گی۔ وہ کیسے فیصلے کریں گی۔ وہ کس طرح کا رویہ اختیار کریں گی۔ حتیٰ کہ وہ کون سے الفاظ استعمال کریں گی۔

دوسری طرف مومنہ عورت ہمیشہ درست اور صحیح ردِ عمل کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ صحیح فیصلے کرتی ہیں۔ زندگی میں بہترین نتائج حاصل کرتی ہیں کیونکہ وہ رہنمائی کے لئے صرف قرآن و سنت سے رجوع کرتی ہیں۔ اس طرح وہ مشرک عورت کی طرح ناخوشی اور ناشکری کا مظاہرہ نہیں کرتیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت کے مطابق مسلمان مرد اور عورت اللہ تعالیٰ کے کیے گئے وعدے کے مطابق خوشحال زندگی گزارتے ہیں۔

'' جو شخص نیک اعمال کرے گا مرد ہو یا عورت وہ مومن بھی ہو گا تو ہم اس کو دنیا میں پاک اور آرام کی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور آخرت میں اُن کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے''(سورۃ النحل: ۹۷)

مومن عورت کے پاس کردار کی عظیم مثالیں

مشرکین کے کردار کی ایک گمراہ کن خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کے آئیڈیل، افکار اور زندگی گزارنے کے سلیقے کی حدود متعین کر دیتے ہیں۔ خاص طور پر عورتوں کے معاملے میں معاشرے میں اُن کی مخصوص ذمہ داریاں اور حقوق ہیں جن کی اُن سے اُن کی صلاحیت کے مطابق پورا کرنے کی توقع کی جاتی ہے۔ عام طور پر اُن کو دوسرے آئیڈیل اپنانے اور اپنی شخصیت کو نکھارنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی۔ جب عورت پر یہ حقیقت آشکارا ہو گی یا دوسرے الفاظ میں جب عورت باشعور ہو گی تب وہ عظیم مثالی نمونے کو اپنانے کی ضرورت کو محسوس کرے گی۔ اپنے ادراک کی حدود کو وسعت دے گی اور اپنی شخصیت کو نکھارے گی۔

بنیادی طور پر عورتوں سے گھر کی دیکھ بھال، خاندان کی ضرورت کو پورا کرنا، خدمت گزاری اور بچوں کی پرورش کی ذمہ داری کی توقع کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے بچپن سے جو تربیت حاصل کی ہے، اُس کے مطابق وہ اپنے اوپر توجہ مرکوز رکھتی ہیں۔ ان کی جسمانی نمود و نمائش اُنکا محور ہوتی ہے۔ بالوں کا انداز، بناؤ سنگھار، لباس اور عمومی طور پر رواج میں دھیان دیتی ہیں۔ اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھتی ہیں۔ اور اپنے دوست احباب سے بات چیت کرتی ہیں۔ حالانکہ ان سرگرمیوں میں کوئی قباحت نہیں۔ لیکن یہ غلط ہے کہ اپنی زندگیوں کو ان سرگرمیوں تک محدود کیا جائے یہ سوچے بنا کہ ان کا نتیجہ کیا ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو کسی خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ان کی ذمہ داریاں قرآن پاک میں بیان کر دی گئی ہیں۔سب سے اہم یہ کہ ہر عورت اپنے رب کے ہاں ذمہ دار یا جواب دہ ہے کیونکہ اس ذات نے اسے پیدا کیا۔اسے زندگی عطا کی۔اسے تحفظ دیا اور وہی ذات اس پر نگہبان ہے۔وہی ذات اس کی ضروریات زندگی پورا کرتی ہے۔مرد اور عورت پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اخلاقی نظام کے تحت زندگی گزاریں۔اسی کی عبادت کریں اور اسی کی خوشنودی حاصل کریں۔اُن پر یہ فرض ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو کہ قرآنی اقدار کے نقش قدم پر چلنے والی خوشحالی، توکل اور قناعت والی زندگی سے دور ہیں، اُنہیں اس زندگی سے روشناس کروائیں۔اخلاقی اقدار کے بارے میں بتائیں۔اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، رحمت اور حقیقت سے قریب تر کرنے کے لئے حقیقی کوششیں کریں۔اُن کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو منفی ذہنی کیفیت سے بچائیں۔اس کے ساتھ ساتھ ابتری اور انتشار کے اثرات سے ہونے والی پریشانیوں اور تکالیف سے بچائیں۔یہ تمام کیفیات شیطان کی چالیں ہیں اور اسی کی وجہ سے لوگ حقیقی شفقت، عزت واحترام اور دوستی سے محروم ہیں۔

تمام مومنین کا فرض ہے کہ کمزور اور نادار لوگوں کی ہر حال میں مدد اور رہنمائی کریں۔

''اور تم کو کیا ہوا ہے کہ خدا کی راہ میں اور ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا۔اپنی ہی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار مقرر فرما'' (سورۃ النسائ: ۵۷)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ بھی یاد دلاتے ہیں کہ یتیم، مفلس ونادار اور مصائب میں گرفتار لوگوں کی مدد کرنا اُن کا اولین فرض ہے۔

''۔۔۔۔۔اور خدا کی عبادت کرو۔اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں، یتیموں، محتاجوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو یعنی پاس بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ احسان کرو کہ خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور تکبر کرنے والے بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا'' (سورۃ النسائ: ٦٣)

ایک مسلمان عورت اس طرح کی تمام ذمہ داریوں سے آگاہ ہے لہٰذا وہ صرف اپنی ذات تک توجہ مرکوز نہیں کرتی بلکہ وہ اپنے ارد گرد کی دنیا کے تمام مسائل حل کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے خاص طور پر اُن لوگوں کے جو کہ مشکلات کا شکار ہیں اور مختلف اقسام کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔اُن بچوں کے ساتھ بھلائی کرتی ہیں جو کہ تضادات اور جنگ کی وجہ سے یتیم یا بے گھر ہو گئے۔اس کے علاوہ وہ بڑے بزرگوں اور اپنی جیسی عورتوں کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھ کر اُن کی دیکھ بھال کرتی ہیں۔

وہ اپنی روزمرہ زندگی کے ہر معاملے پر بھرپور توجہ دیتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ حقیقی اور اہم چیز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے، قرآنی تعلیمات کے تحت زندگی بسر کرنا ہے اور یہ کہ ان اخلاقیات کو حقیقی اطمینان اور آسودہ حالی کے لئے دوسرے تمام افراد تک پھیلانا ہے۔
انہیں وجوہات کی بناء پر وہ اس شعور کے ساتھ اعمال سرانجام دیتی ہے کہ جب مجموعی طور پر دیکھا جائے تو روزمرہ کے معاملات جن سے اُن کا پالا پڑتا ہے، زیادہ اہم نہیں بجائے اس کے کہ انسان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔

مسلمان عورتیں باوقار ہیں

'' اور انسان کی اور اس کی جس نے اسکے اعضاء کو برابر کیا۔ پھر اس کو بدکاری سے بچنے اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی۔ کہ جس نے اپنے نفس یعنی روح کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔'' (سورۃ شمس: ۷۔۱۰)

مندرجہ بالاآیات لوگوں کواس خود غرض ذاتی اَنایاآناپرستی کے بارے میں خبردار کرتی ہیں کہ اگراس کو قابو نہ کیا جائے تو وہ لوگوں کواَن گنت برائیوں میں مبتلا کردے۔ایک شخص کی خداخوفی اوراس ذات کی عزت وتکریم کے ساتھ ساتھ اس مردیاعورت کاآخرت پریقین اس کوآزمائش کے وقت ہمت،طاقت اور صبر واستقلال کے لیےادراک فراہم کرتا ہے۔

اس شعور کے بغیر لوگ اپنی خواہشات کے غلام بن جائیں گے،اور روزآخرت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے بارے میں پریشان نہیں ہوں گے جہاں ان کو اپنے اعمال کا جواب دہ ہوناپڑے گا۔اگراس کی ذاتی اَناغصے،حسد اور کسی دوسرے کی بدگمانی کی طلبگار ہو تو وہ اس میں پھنس جائے گا۔اگر کسی عورت کی اَناپرستی اسے غصے،حسد ،مایوسی،تضحیک،بہتان،جھوٹ،سازباز،سازش یامنافقانہ رویہ پر قابو پانے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے تو وہ کسی دوسری فکر کواہمیت دیے بغیر اسکی ممنون ہو گی۔اس طرح کے لوگ اس طرح کے تمام گناہ بغیر تحفظات کے کر گزریں گے کیونکہ وہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں کبھی بھی اپنے اعمال کا جواب دہ نہیں ہوناپڑے گا۔

تاہم اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ یہ برائیاں پابندیوں سے آزاد ہیں اور ان کے پیچھے خود غرض اَناکارفرما ہے۔جب لوگ اس طرح کے سوچے سمجھے ذہنی ہیجان کے مطابق عمل کریں گے تو حالات اور بھی ابتر ہو جائیں گے۔وہ لوگ جو کہ اس وقت جب کہ وہ جانتے ہیں کہ غلط کر رہے ہیں،اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتے،وہ اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ وہ کمزور اور اپنے شعور اور استدلال سے لاعلم ہیں۔باالفاظ دیگر وہ چھوٹے بن جاتے ہیں۔جب اَناکچھ اور ہی مشورہ دے تب اس طرح کے حالات میں سنجیدگی اور عقلیت سے جواب نہ دینانہایت ہی گھٹیاپن اور اپنی قدر کم کرنے کے مترادف ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے کہ اس طرح کی برائی کاجواب بڑے پروقار اور حق بجانب ہو کر دینے کاطریقہ یہ ہے کہ اس سے کنارہ کشی کی جائے اور عقل وفہم سے کام لیا جائے۔کردار کی اس خصوصیت پر کام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے دوسرے لوگوں کی نظروں میں عزت اور پیار حاصل ہو گا۔اور اس سے فرد کارتبہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دوسرے لوگوں کی نظروں میں بھی اس کارتبہ بڑھتا ہے۔

مسلمان عورت تھوڑے سے دنیاوی منافع کی خاطر اس طرح کے گھٹیارویے کورد کرتی ہے کیونکہ وہ کافی حد تک باوقار اور باکردار ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ مشرک عورت کی سازشی فطرت کوآشکار کرتا ہے۔

''جب اس کا کرتادیکھا تو پیچھے سے پھٹا تھا تب اس نے زلیخا سے کہا کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے۔اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے

ہیں''(سورۃ یوسف:۸۲)

مشرک عورت بجائے عقل وفہم سے کام لینے کے اکثر حالات ومعاملات کا حل سازش، درپردہ معاشقے یا جھوٹ کا سہارا لے کر تلاش کرنیکی کوشش کرتی ہے۔ شیطان کی باتوں میں آکر وہ اکثر منافقت، ڈرپوک رویہ یا دوسرے کج روطریقوں سے بچ جاتی ہے۔

دوسری طرف مومنہ عورتیں اپنے مسائل ایمانداری، فراخدلی اور صدق دل سے حل کرتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی طاقت کی وجہ سے وہ اس طرح کے نامناسب اور بے راہ روی کے شکار طریقوں سے بچ جاتی ہے۔
بے دین و مشرک عورت کی ایک خصوصیت حسد ہے۔ اللہ تعالیٰ حاسدین کے حسد سے لوگوں کو خبردار کرتا ہے۔
''کہو کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہر چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی۔ اور شب کی تاریکی کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے۔ اور گنڈوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کی بُرائی سے۔ اور حسد کرنے والے کی بُرائی سے جب وہ حسد کرنے لگے''۔
(سورۃ فلق: ۱۔۵)

کچھ مشرک و بے دین عورتیں اس طرح کے رویہ کی طرف راغب یا مائل ہو جاتی ہیں جو کہ بے اعتمادی، غیظ وغضب، قطع تعلق اور لا متناہی بحث و تکرار کی وجہ بنتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی زندگی ادھوری، نامکمل اور ناخوش گزرتی ہے۔ مزید برآں وہ اس رویے سے اپنے آپ کو اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو بڑی پریشانیوں میں مبتلا کرتی ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو اور دوسروں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتی ہیں۔ تاہم مومنہ عورت انسان کے اس پہلو کی نفی کرتی ہے کیونکہ وہ قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جانتی ہے کہ اس طرح کے رویے سے دنیا و آخرت میں بہت بڑا نقصان ہو جائے گا۔

طعن وطنز بھی مشرک و بے دین عورت کے کردار کی ایک بہت بڑی خرابی ہے۔ مندرجہ ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ اس طرح کے رویے سے خبردار کرتا ہے۔

''مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ اُن سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے تمسخر کریں ممکن ہے وہ اُن سے اچھی ہوں۔ اور اپنے مومن بھائی کو عیب نہ لگاؤ اور نہ ایک دوسرے کا بُرا نام رکھو۔ ایمان لانے کے بعد بُرا نام رکھنا گناہ ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں''۔(سورۃ الحجرات: ۱۱)

وہ عورتیں جن کی پرورش و تربیت بے دین ماحول میں ہوئی، وہ لوگوں کی کمزوریوں کا مذاق اڑانے یا دوسروں کو طعن وطنز کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتیں کیونکہ وہ آخرت کے بارے میں نہیں سوچتیں اور اُن کا آخرت پر کوئی یقین نہیں۔ وہ اس طرح کے طرز عمل یا رویے کو غلط نہیں سمجھتیں۔ بلکہ وہ اس کو مزاح کی ایک قسم سمجھتی ہیں۔ اکثر یہ طعن وطنز کی کیفیت زبانی نہیں ہوتی بلکہ اس کا اظہار منہ چڑھا کر، آنکھیں گھوما کر، گفتگو کے انداز کی نقالی کر کے یا اُن کے بارے میں سرگوشی کر کے کیا جاتا ہے۔ مومن عورت اس طرح کی سرگرمیوں سے گریز کرتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ منشا ہے کہ انسان اپنی زندگی قرآنی اخلاقیات کے مطابق گزارے۔

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ دوسروں کے بارے میں افواہ سازی اور قیاس آرائی سے خبردار کرتا ہے۔

''اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کے حال کا تجسس نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کریگا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تم ضرور نفرت کروگے۔ اور خدا کا ڈر رکھو۔ بے شک خدا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے''۔(سورۃ الحجرات: ۱۲)

مومن عورت باوقار زندگی گزارتی ہے۔ دوسروں کو طعن وطنز کی بجائے وہ اُن کی مدد کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ وہ افواہ سازی اور حسد سے مغلوب ہوئے بغیر کامیاب لوگوں کی تعریف وتوصیف کرتی ہیں اور بے دین لوگوں کی محفل یا مجلس میں جہاں ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے جذبات کو مجروح کریں، وہ اپنی تکریم وو قار اور ایمانداری پر سمجھوتہ نہیں کرتیں۔

مسلمان عورت ٹھوس کردار اور عزم صمیم کی مالک

مشرکین عام طور پر اس طرح کی اشیاء جیسے روپیہ پیسہ، شہرت، عزت ووقار یا سماجی حیثیت کو طاقت اور کامیابی کی علامت سمجھتے ہیں کیونکہ ان میں ہر ایک یہ یقین رکھتا ہے کہ ان سے دوسروں پر طاقت کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ حقیقت میں اگر ان میں سے کسی کو اُس کی سرپرستی حاصل ہوتی تو وہ مرد یا عورت اپنے آپ کو طاقتور یا کامیاب تصور کرنا شروع کر دیتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا کی فانی اقدار کی بنیاد پر حاصل ہونے والی طاقت جس طرح نمودار ہوتی ہے، اسی طرح یہ فوری طور پر زوال پذیر ہو جاتی ہے۔

مسلمان اپنی طاقت ایمان سے حاصل کرتے ہیں یااُن کی طاقت کا سرچشمہ اُن کا ایمان اور عقیدہ ہے۔اسی لئے ان کی طاقت غیر متزلزل اور ناقابل شکست ہوتی ہے۔ اور یہی طاقت مسلم عورت کے کردار کا اہم پہلو ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

'' اے ایمان والو! اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو خدا ایسے لوگ پیدا کردے گا جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں اور جو مومنوں کے حق میں نرمی کریں اور کافروں سے سختی سے پیش آئیں۔خدا کی راہ میں جہاد کریں،اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔یہ خدا کا فضل ہے۔وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔اور خدا بڑی کشائش والا اور جاننے والا ہے''(سورۃ المائدہ:۵۴)

اسلامی کردار کی خصوصیت کا ایک اہم پہلو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ مومنین کی شخصیت ٹھوس اور مضبوط ہوتی ہے جو کہ لوگوں کی تنقید کے سامنے سیسہ پلائی دیوار بن جاتی ہے۔مسلمان یہ جانتے ہیں کہ تمام انبیاء پر الزام تراشی کی گئی اور ان کو ستایا گیا۔ان کو تکالیف دی گئیں اور ان کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا حتیٰ کہ ان کو قتل کیا گیا۔باوجود اس کے کہ یہ انبیاء مومنین کے لئے '' مثالی نمونہ'' ہیں۔اس کی وجہ اُن کی مضبوط قوت برداشت اور ٹھوس شخصیت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن کا صبر واستقلال،دِل جمعی اور عزم صمیم ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس دنیا میں مسلمانوں کی سختیوں،پریشانیوں اور تضحیک آمیز الفاظ سے آزمائش کی جائے گی۔

'' اے اہل ایمان تمہارے مال وجان میں تمہاری آزمائش کی جائے گی اور تم اہل کتاب سے اور اُن لوگوں سے جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے۔تو اگر صبر اور پرہیز گاری کرتے رہو گے تو یہ بڑی ہمت کے کام ہیں''(سورۃ آل عمران: ۱۸۶)

مومن ان حالات کو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی محبت واطاعت کو ثابت کرنے کے مواقع سمجھیں گے اور اس طرح کے حالات کو صبر واستقلال اور عزم صمیم سے برداشت کریں گے۔

مومن عورتیں مشرک عورتوں کی طرح کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرتیں۔وہ کسی کے تضحیک آمیز الفاظ،ناروا سلوک یا تنقیدی صورتحال میں اپنا دل میلا نہیں کرتیں یا کمزوری نہیں دکھاتیں۔وہ اس طرح کے جذباتی رویہ سے تکلیف محسوس کرنے یا ذہنی طور پر پریشان ہونے یا بوکھلاہٹ کا شکار ہونے کو اپنی عظمت کے شایان شان نہیں سمجھتیں۔جو بھی واقعہ رونما ہو،وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتی ہیں اور ذہنی سکون سے رہتی ہیں کیونکہ وہ یہ جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی انصاف کرنے والا اور ہر چیز سے باخبر ہے اور یہ کہ

''۔۔۔۔۔۔۔۔اور ان پر ذرا بھر بھی ظلم نہیں ہوگا''۔(سورۃ النسائ: ۴۹)

مومنہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرتی ہیں۔اور یہ جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ناانصافی کو سامنے لائے گا اور اس سے بدلہ لے گا۔اور اسی طرح وہ کسی بے بنیاد الزام تراشی یا بہتان سے کبھی بھی نہیں گھبراتیں۔

کچھ مشرک عورتیں طاقت اور قوت ارادی کو صرف مردوں کی خصوصیات گردانتی ہیں۔وہ اس گمراہ کن عقیدے کے مطابق یہ یقین رکھتی ہیں کہ مشکل وقت میں صرف مرد اپنے لئے اور اس کے ساتھ ساتھ اُن عورتوں کے لئے جو کہ اُن کے ماتحت ہیں،طاقت وقوت اور صمیم ارادے کا مظاہرہ کرسکتے ہیں۔لہٰذا وہ اس کو اپنے حق میں بہتر تصور کرتی ہیں کہ مرد کی ذہانت،قوت ارادی اور طاقت کے سامنے سرنگوں ہوا جائے۔خاص طور پر مشکلات اور پریشانیوں کی حالت میں اس وقت جو بھی

تھوڑی بہت ان میں طاقت اور قوت ارادی ہوتی ہے وہ گھبراہٹ کا شکار ہو جاتی ہیں اور اس طرح غیر منطقی اور بدحواس رویے کا شکار ہو جاتی ہیں۔

یہ کمزور و ناتواں شخصیت مشرک عورتوں کو اس بات پر مجبور کر دیتی ہے کہ وہ اپنی ساری توجہ اس بات پر مرکوز کر دیں کہ دوسرے اُن کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ بعض اوقات وہ جان بوجھ کر کوئی غلط کام کر بیٹھتی ہیں۔ صرف اس لئے کہ وہ دوسروں کو متاثر کر سکیں یا دوسروں کی نظر میں قابل احترام مقام حاصل کر لیں۔ اور اسی طرح اگر اُن کی تنقید کی جائے تو وہ ایسے محسوس کرتی ہیں جیسے ان کی قدر و قیمت میں کمی آگئی ہو اور وہ اسے ناپسند کرتی ہیں اور اسی طرح اپنی حوصلہ شکنی سمجھتی ہیں۔ ایسی عورتیں نہیں جانتیں کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا رویہ پسند ہے یا اللہ تعالیٰ کے ہاں کس شے کی قدر و قیمت ہے۔ وہ صرف یہ چاہتی ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کریں اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو جاتی ہیں اور پریشان ہو جاتی ہیں بلکہ حد سے زیادہ پریشان ہو جاتی ہیں اور یہ سوچتی ہیں کہ انہوں نے جو بھی کیا، بیکار و رائیگاں گیا۔ اس کے نتیجے میں وہ مزید دباؤ کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں وہ اپنی طاقت، قوت ارادی اور حوصلہ کھو دیتی ہیں۔

لیکن مومنہ عورتیں کبھی بھی لوگوں کی تنقید سے نہیں گھبراتیں۔ کیونکہ اُن کے ہاں پیمائش کا پیمانہ قرآن پاک کی تعلیمات ہیں جو کہ یہ واضح کرتی ہیں کہ غلط اور صحیح کیا ہے۔ وہ ہمیشہ قرآنی تعلیمات و اخلاقیات کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اور اگر اس سلسلے میں اُن پر تنقید کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور بھی زیادہ عزم صمیم اور طاقت کا بھرپور مظاہرہ کرتی ہیں۔ وہ اس بات پر یقین رکھتی ہیں کہ صرف قرآنی اخلاقیات پر عمل پیرا ہونے سے ہی اس دنیا اور آنے والی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر و قیمت ہے۔ وہ اس بات کی کبھی بھی پرواہ نہیں کرتیں کہ لوگ یا دوسرے اُن کے بارے میں کیا سوچیں گے۔ حتیٰ کہ اگر وہ اکیلی بھی ہوں تب بھی وہ اکثریت کا ساتھ نہیں دیتیں بلکہ اپنی انفرادیت برقرار رکھتی ہیں۔

بدیع الزماں سید نورسی جب اس معاملے میں بحث کرتے ہیں تو وہ بیان فرماتے ہیں کہ لوگوں کی قبولیت یا پسندیدگی کی کوئی اہمیت نہیں، خاص طور پر اُن لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسی کے بتائے ہوئے رستے یا طریقے پر اکتفا کرتے ہیں یا زندگی گزارتے ہیں۔

'' رضائے الٰہی ہی کافی ہے اگر اللہ تعالیٰ کی ذات آپ کی محبوب ہے تب ہر شے آپ کی محبوب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی ذات آپ کی محبوب نہیں ہے تب ساری دنیا کی تعریف و پذیرائی بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے'' (۲۲)

"آپ کو اپنے اعمال وافعال میں رضائے الٰہی حاصل کرنا چاہیے اگر اللہ تعالیٰ کی ذات راضی ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ساری دنیا آپ سے ناخوش ہے۔ اگر وہ ذات کوئی عمل قبول کر لے اور ساری دنیا اس کو رد کر دے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک بار اس کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ اگر وہ کسی عمل کو شرف قبولیت بخش دے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس عمل کو التجانہ بھی کی ہو۔ یہ اس کی چاہت تھی اور اس کی حکمت کو یہ منظور ہی تھا۔ تب وہ ذات دوسروں کو مجبور کر دے گی کہ وہ اس کو قبول کریں۔ اور وہ ان کو اس سے راضی بھی کر دے گا یا متفق کر دے گا۔ لہٰذا اس سلسلے میں واحد مقصد صرف اور صرف رضائے الٰہی ہونا چاہیے" (۳۲)

"اے صنف نازک اگر آپ اپنی پاکبازی اور دین داری سے اپنے مالک وخالق کی رضا حاصل کر لیتی ہیں، تب یہ کافی ہے۔ اور لوگوں کی خوشنودی یا رضامندی کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر لوگ اللہ تعالیٰ کی خاطر رضامند ہوتے ہیں اور قبول کرتے ہیں تو یہ اچھا ہے یا بہتر ہے لیکن اگر وہ دنیاوی مفادات کے لئے عمل کرتے ہیں، تب یہ نہایت ہی بے معنی ہے کیونکہ وہ بھی آپ ہی کی طرح کمزور بندے ہیں"(۴۲)

مسلمان عورت کی ٹھوس اور متوازن شخصیت

وہ لوگ جو اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔ جب وہ ان کو اپنے مفادات کے لئے بہتر سمجھتے ہیں، سمجھوتہ کر لیتے ہیں۔ کوئی بھی مقدم اور ممتاز رہنما اصول ان کی زندگی کو باترتیب نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُن کی شخصیت کو دوام بخش سکتا ہے۔ لہٰذا وقت کے ساتھ ساتھ اُن کی شخصیت میں تبدیلی کے آثار نمودار ہوتے ہیں۔ لہٰذا اُن کی شخصیت کو متوازن نہیں کہہ سکتے۔

عام طور پر اس سلسلے میں فیصلہ کن عنصر اُن کی اَنا پرستی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمام انسانوں کی تخلیق میں خود غرضی اور مفاد پرستی کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔ اگر لوگ اپنی اَنا سے مغلوب ہونگے تو اُن کا طرز عمل بھی اسی طرح کا ہوگا۔ اس کا اثر ان کی شخصیت کے توازن، مستقل مزاجی اور استحکام پر پڑے گا۔ مثال کے طور پر وہ فوری طور پر غصے میں آسکتے ہیں۔ جذباتی ہو سکتے ہیں، برہم اور جھگڑالو ہو سکتے ہیں یا پھر حسد کا مظاہرہ کر سکتے ہیں اور اس کو اپنے رویہ سے ظاہر کر سکتے ہیں۔ اس طرح لوگ اپنے غیر متوقع ردِ عمل سے دوسروں کو مستقل طور پر حیران کر سکتے ہیں اور اس طرح بداعتمادی اور بے یقینی کی کیفیت کو ابھار سکتے ہیں۔

اس طرح کے کردار یا طرز عمل کی خصوصیات مشرک عورتوں کی شخصیت میں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ وہ قرآنی تعلیمات کی روشنی سے دور ہوتی ہیں، لہٰذا وہ عورتوں کے گھسے پٹے جذبات کی اطاعت کرتی ہیں اور اُن کی زندگی کا انحصار ان رویوں پر منحصر ہوتا ہے۔ بتدریج یہ اُن کو غیر منطقی اور غیر متوازن رویے کی راہ پر گامزن کر دیتا ہے۔

مومنہ عورتیں چونکہ قرآن کا مطالعہ کرتی ہیں، لہٰذا وہ یہ جانتی ہیں کہ اُن کی اَنا ہمیشہ اُن کو بُرائی کی طرف مائل کرتی ہے اور یہ بھی کہ کیسے شیطان اُن کو غیر متوازن اور غیر منطقی رویوں میں الجھنے کی اور اپنی جبلت پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اکثر آیات میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو خبردار کرتے ہیں کہ جو قرآنی تعلیمات کو قبول کرتے اور اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہیں، وہ ایک مثالی شخصیت کی بنیاد رکھتے ہیں اور دونوں جہانوں میں وہی ممتاز ہوتے ہیں۔

مسلمان عورت اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر چلتے ہوئے یہ اعلیٰ اور ٹھوس خصوصیات اپنی شخصیت میں نمایاں کرتی ہیں۔ متوازن اور ٹھوس شخصیت میں ڈھالنے کے لئے اپنے آپ کو اسلامی اقدار میں ڈھالنا پڑتا ہے۔ اس طرح کی عورتوں کے اعمال، رویے، افکار اور منطق دوسروں کو حیران نہیں کرتے۔ کیونکہ قرآن پاک سے اخذ شدہ استحکام، اطمینان اور امن و سکون اُن کی شخصیت میں ہمیشہ نظر آتا ہے باالفاظ دیگر مشرک عورتوں کے برعکس مومنہ عورتوں کی شخصیت قابل اعتبار ہو گی۔

مسلمان عورت جذباتی نہیں

مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ جذباتی ہونا انسانی کردار کا اہم حصہ اور خاصہ ہے۔ اس نظریہ کے مطابق اس کے نتیجے میں رویہ ایک احساس ہے جسے محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے رویوں کے نقائص جیسے غصے میں ہونا، گھبراہٹ کا شکار ہونا یا اپنے خیالات و افکار میں مگن رہنا یا رونا دھونا، شکایت کرنا اور بے گانگی کا اظہار کرنا ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے بارے میں گمان کیا جاتا ہے کہ یہ دل کی آوازیں ہیں۔ یہ نقطہ نظر قطعی طور پر غلط ہے۔ مشرک معاشروں میں اس طرح کی جذباتیت خاص طور پر جو کہ عورتوں میں دیکھی جاتی ہے، یہ کمزور شخصیت کی علامات ہیں۔ اور جیسا کہ ہم نے ابھی غور کیا کہ کمزور شخصیت کے حامل افراد کافی حد تک منطقی اور درست سوچ کے قابل نہیں ہوتے، لہٰذا وہ درست فیصلے نہیں کر سکتے۔

مسلمان عورت خود غرض اَنا کی خصوصیات سے واقف ہوتی ہے اور یہ بھی جانتی ہے کہ ان کا کیسے مقابلہ کیا جائے کیونکہ ان کی شخصیت اور زندگی قرآن پاک کی عکاسی

کرتی ہے۔وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ جذباتیت سے عقل پر پردہ پڑھ جاتاہے۔اس سے اصل حقیقت واضح نہیں ہوتی۔اس سے شخصیت کی کمزوری اور غیر مستقل مزاجی پیدا ہوتی ہے۔مزید برآں وہ اس سے بھی واقف ہیں کہ جذباتی ہونا، بوکھلاہٹ کا شکار ہونا،اپنے خیالات وافکار میں مگن رہنا، غصے میں ہونا اور حسد و بغض رکھنا مومنین کے کردار سے ہم آہنگ نہیں کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ ان سے بچیں یا باز رہیں۔

اس طرح کے نقائص سے بھرپور طرز عمل اصل میں باطل اور گمراہ کن عقائد کی تقلید کی وجہ سے ہوتے ہیں اور خاص حقائق کے بارے میں شعور نہ ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔وہ لوگ جو آسانی سے ان کے سامنے مغلوب ہو جاتے ہیں وہ یا تو بھول چکے ہوتے ہیں یا مسلسل انکار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی طاقتور ہے۔وہ ذات ہر شے اپنی حکمت، عدل اور خیر اور نفاست سے تخلیق کرتی ہے۔وہ ذات جو چاہتی ہے، پیدا کرتی ہے اور تمام دعاؤں کا جواب دیتی ہے۔

حقیقی اطاعت گزاری اور اس کے راستے میں اپنے آپ کو وقف کرنا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خبر رکھنا کہ وہ ذات ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اس طرح کرنے سے ہر شے میں اچھائی کا پہلو نظر آئے گا اور اس طرح نامناسب جذبات کی بنیاد پر طرز عمل سے بچاتی ہے۔مسلمان عورت اللہ تعالیٰ کی تعظیم، خوف اور پیار و محبت کے جذبے سے سرشار اس طرح کے تمام ناقص طرزِ عمل سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتی ہے۔وہ اسلامی طرزِ عمل، شخصیت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کا '' مثالی نمونہ'' بننے کی کوشش کرتی ہے۔جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے واضح ہے۔

'' اور وہ جو خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اپنی بیویوں کی طرف سے دل کا چین اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا''

(سورۃ الفرقان: ۷۴)

لہٰذا وہ کبھی بھی دباؤ یا جذباتیت سے مغلوب نہیں ہوتیں۔

اس طرح کے غیر اسلامی طرز عمل کی خصوصیات سے پرہیز کر کے وہ مضبوط اور ٹھوس شخصیت کی مالک بن جاتی ہیں تاکہ وہ دوسری عورتوں کے لیے مثال بن سکیں۔اور اس ذمہ داری سے آگاہ رہ کر طرزِ عمل اختیار کریں۔برائی سے اپنا تزکیہ نفس کر کے وہ اپنے اندر سخاوت اور قناعت محسوس کرتی ہیں اور دونوں جہانوں میں مطمئن رہتی ہیں اور اس طرح خوشحال زندگی گزارتی ہیں۔

''۔۔۔اور جو شخص حرِص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں''۔

(سورۃ حشر: ۹)

خالص اور فطری شخصیت کی مالک

اخلاص سے مراد ہر قسم کے حالات میں ایک جیسا برتاؤ کرنا، اپنے دل سے اصل جذبات کا اظہار کرنا اور ایمانداری کا مظاہرہ کرنا، صاف گوئی اور سچائی کا مظاہرہ کرنا ہے۔باالفاظ دیگر اپنی شخصیت اور افکار میں بغیر کسی دنیاوی مفاد کے ایمانداری ثابت کرنا۔اخلاص کی ایک اہم خاصیت یہ بھی ہے کہ اپنے دل میں جو ہے اس کی ممکنہ حد تک تقلید کرنا۔ایک مخلص شخص کا طرزِ عمل اس کے دل کی نمائندگی کرتا ہے۔یہ فطری ہے اور دوسروں پر مثبت اور دیرپا اثرات مرتب کرتا ہے۔ایک حقیقی شخص کے نظریات وافکار، گفتگو، طرزِ زندگی اور جسمانی حرکات وسکنات فطری اور پراثر ہوتی ہیں۔

تاہم اکثر لوگ اخلاص کی طاقت اور اثرات سے بے خبر ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کے لئے اِدھر اُدھر تلاش کرتے ہیں۔ کچھ لوگ بہانہ سازی، مکاری، خود فریبی یا عذر سے کام لیتے ہیں اور اس امید کے ساتھ ایسے طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں تاکہ دوسروں کو خوش کر سکیں۔ چونکہ ہر شخص کے طرز عمل کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں ۔ اس لئے یہ غیر مخلص لوگ ہر شخص کی طبیعت کے مطابق اپنی شخصیت کو ڈھال لیتے ہیں یا جن کو بھی وہ متاثر کرنا چاہیں۔ مختلف لوگوں سے الگ الگ طریقے سے برتاؤ کرتے ہیں۔ یہ ایسا ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ وہ مختلف افکار و خیالات کی نمائندگی کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ بے خلوص طریقہ کار لوگوں کو منافقت پر مجبور کر دیتا ہے، لہٰذا اس سے متوقع اثرات ظاہر نہیں ہوتے۔ اس کے باعث سخت ناپسندیدگی، سرد مہری اور دوری کی شکل میں اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ مزید برآں اس طرح وہ لوگ دوسروں پر اعصابی دباؤ ڈالتے ہیں کیونکہ وہ اس بات سے بے خبر ہوتے ہیں کہ وہ اُن سے کیا توقع رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ

'' اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام میں کئی بدخو آقا شریک ہیں۔ مختلف المزاج اور ایک آدمی خاص ایک شخص کا غلام ہے۔ بھلا دونوں کی حالت برابر ہے؟ نہیں الحمد اللہ بلکہ یہ اکثر لوگ نہیں جانتے'' (سورۃ الزمر: ۲۹)

مشرکین بہانہ سازی کو جائز اور قانونی طرزِ عمل سمجھتے ہیں کیونکہ وہ غیر مخلص لوگ اللہ تعالیٰ اور دوسرے لوگوں پر اثرات پر مناسب غور و فکر نہیں کرتے۔ بہانہ بازی خاص طور پر مشرک خواتین میں عام ہے۔ کیونکہ ان میں سے کچھ دوسروں میں دلچسپی رکھتی یا پسند کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ جن کو نہ تو وہ پسند کرتی ہیں اور نہ ہی عزت کرتی ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی چغلی کرتی ہیں کیونکہ اُن کو اس میں اپنے لئے کوئی مفاد نظر آتا ہے۔ وہ فوری طور پر بغیر کسی سوچ کے ایک دوسرے کو دھوکہ دیتی ہیں۔ یا پھر اپنی مکروہ اور گھناؤنی نفرت کو چھپا کر وہ اس کے برعکس متاثر کرتی ہیں۔ اسی طرح وہ اُن لوگوں کو جنہیں وہ چاہتی ہیں یا قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں، ان احساسات و جذبات کو چھپا کر انہیں بے وقوف بنا سکتی ہیں۔

اس کے برعکس مومنہ عورت اس طرح کا برتاؤ کبھی بھی نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ اپنی زندگی میں صدقِ دل سے خوفِ خدا اور تعظیمِ رب العالمین سے رہنمائی حاصل کرتی ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے مادی مفاد کے لئے کبھی بھی کسی دوسرے کو خوش رکھنے کی کوشش نہیں کرتی کیونکہ اللہ تعالیٰ اور بہت سے دوسرے پرہیزگار لوگ اس کے اس حقیر اور گھٹیا طرزِ عمل کو پسند نہیں کرتے بلکہ اس کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ ایسا طرز عمل اختیار کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو کیونکہ وہ یہ بھی جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے مخلص بندے ہیں۔ کیونکہ

''۔۔۔۔۔بے شک وہ سینے تک کی باتوں سے واقف ہے'' (سورۃ شوریٰ: ۲۴)

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

'' اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھُپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے'' (سورۃ طٰہٰ: ۷)

ان آیات کے مطابق صرف مشرکین ہی اپنے دل میں پوشیدہ باتوں کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔

اس کے علاوہ مومنہ عورت یہ جانتی ہے کہ لوگوں کی خوشنودی سے دونوں جہانوں میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اس کو نہیں بخشیں گے۔ لہٰذا تمام مومنین کو اس طرح کے طرزِ عمل سے باز رہنا چاہیے کیونکہ دوسرے لوگوں کی خوشنودی حاصل کرنا بھی اللہ تعالیٰ سے شرک کرنے کے مترادف ہے۔

مسلمان عورتوں کی دیانتداری

اللہ تعالیٰ لوگوں کو خبردار کرتا ہے کہ وہ جھوٹ نہ بولیں۔

''مومنو! خدا سے ڈرا کرو اور بات سیدھی کہا کرو۔ وہ تمہارے سب اعمال درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک بڑی مراد پائے گا''۔ (سورۃ الاحزاب: ۷۰۔۷۱)

''۔۔۔۔۔تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو'' (سورۃ الحج: ۳۰)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حق کو باطل سے ملانے اور جھوٹ بولنے سے انسان، شیطان اور برائی کا دوست بن جاتا ہے۔

''اچھا میں تم کو بتاؤں کہ شیطان کس پر اُترتے ہیں۔ ہر جھوٹے گنہگار پر اُترتے ہیں۔ جو سنی ہوئی بات اس کے کان میں لا ڈالتے ہیں اور وہ اکثر جھوٹے ہیں''
(سورۃ الشعرائ: ۲۲۱۔۲۲۳)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

'' اٹکل دوڑانے والے ہلاک ہوں'' (سورۃ الذّٰریٰت: ۱۰)

مسلمان عورت یہ جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ کو پسند نہیں فرماتا، لہٰذا وہ اس سے باز رہتی ہے۔ وہ یہ جانتی ہے کہ زبان سے ادا کیے گئے الفاظ آخرت میں شرمندگی کا باعث بن سکتے ہیں۔ مسلمان عورت ہمیشہ اچھائی کے کلمات استعمال کرتی ہے۔ جو کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت کا باعث بنیں گے۔
جھوٹ جس سے اس دنیا میں بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا، آخرت میں بہت بڑے نقصان کا باعث بنے گا۔ جیسا کہ یہ ہمیشہ مادی اور نفسیاتی نقصان کی طرف لے جاتا ہے۔ منافق اور غیر مخلص لوگ اپنے چہروں پر حقیقی فطرت کو ظاہر کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے طور پر یہ جان کر کہ وہ بے ایمان اور بے خلوص ہیں، اس طرح وہ اپنی عزتِ نفس اور اُن لوگوں کے سامنے جنہیں وہ دھوکہ دیتے ہیں، عزت کھو دیتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ دوسرے ان کی بے خلوصی کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور اس طرح وہ ان کے سامنے اپنا احساس برتری قائم کر لیتے ہیں۔ لیکن اس طرح کے طرزِ عمل سے بہت بڑی مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے۔ اس سے ان میں حق کو چھپانے کے لئے مزید جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ اور ان کی زندگی مسلسل خوف کی حالت میں گزرتی ہے کیونکہ ان کو ہمیشہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں پول نہ کھل جائے۔

دوسری طرف سچ بولنا ایک اعلیٰ اور باوقار طرزِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے اور بُرے الفاظ کا فرق مندرجہ ذیل مثال سے واضح فرمایا ہے۔
" کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے۔ وہ ایسی ہے جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہو اور شاخیں آسمان میں۔ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا اور میوے دیتا ہو۔ اور خدا لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ نصیحت پکڑیں۔ اور ناپاک بات کی مثال ناپاک درخت کی سی ہے نہ جڑ مستحکم نہ شاخیں بلند زمین کے اوپر ہی اکھیڑ کر پھینک دیا جائے۔ اس کو ذرا بھی قرار و ثبات نہیں۔ خدا مومنوں کے دلوں کو صحیح اور پکی بات سے دنیا کی زندگی میں مضبوط
رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا۔ اور خدا ناانصافوں کو گمراہ کر دیتا ہے اور خدا جو چاہتا ہے، کرتا ہے۔" (سورۃ ابراہیم: ۲۴-۲۷)
سچائی اور دیانتداری سے اچھائی اور خوشحالی نصیب ہوتی ہے۔ مسلمان عورت اس طرح کے معاملات میں کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کرتی چاہے اُس کے اُن پر اور دوسروں پر کیسے بھی اثرات مرتب کیوں نہ ہوں۔ وہ جرات اور فراخ دلی سے ہمیشہ سچ بولتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس کردار کی خصوصیات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

" اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور خدا کے لئے سچی گواہی دو خواہ اس میں تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو خدا انکا خیر خواہ ہے تو تم خواہشِ نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑ دینا۔ اگر تم پیچدار شہادت دو گے یا شہادت سے بچنا چاہو گے تو جان رکھو خدا تمہارے سب کاموں سے واقف ہے"
(سورۃ النسائی: ۱۳۵)

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ غصے کی حالت میں سچائی اور دیانتداری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔
" اے ایمان والو! خدا کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو۔ اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیزگاری کی بات ہے اور خدا سے ڈرتے رہو۔ کچھ شک نہیں کہ خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے" (سورۃ المائدہ: ۸)
مشرک معاشروں میں اکثر عورتیں اپنے خاندان کے افراد، اپنے خاوند، بچوں اور ماں باپ یا دوست احباب سے جھوٹ بولتی ہیں۔ ان کے پاس ہر جھوٹ کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ ضرور ہوتا ہے۔ جیسا کہ کچھ جھوٹ نقصان دہ نہیں ہوتے، یا یہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کے لئے بولے جاتے ہیں یا پھر "سفید جھوٹ" شمار نہیں کیے جاتے۔ مثال کے طور پر اسطرح کے جھوٹ بولنے میں کوئی قباحت نہیں کہ وہ کہاں تھیں۔ وہ کس کے ساتھ تھی یا انہوں نے رقم کہاں خرچ کی یا کس کے

لئے خرچ کی۔اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ اس طرح کی چیزیں ااور اس طرح کے بے ضرر جھوٹ ہر شادی شدہ زندگی میں عام ہیں۔
حقیقت میں ان میں سے کوئی بھی بہانہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولنے سے منع کیا ہے۔مزید برآں جھوٹ شیطان کی صفت ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ شیطان نے جھوٹ کا سہارا لے کر حضرت آدمؑ اور اُن کی بیوی کو جنت سے نکالا۔

مسلمان عورت جھوٹ کے انجام سے باخبر ہوتی ہے کیونکہ اُن کے رہنما قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ کے سنہری اصول ہیں۔ لہٰذا وہ اس طرح کی سرگرمی سے باز رہتی ہیں اور ہمیشہ دیانتدار رہنے کی کوشش کرتی ہیں کیونکہ سچائی کا راستہ اختیار کرنے سے ہی اس دنیا میں اور آخرت میں بھی عزت و وقار نصیب ہوگا، کیونکہ حضور ﷺ نے مومنین سے فرمایا ہے کہ

''سچائی صراط مستقیم کی طرف لے جاتی ہے اور صراط مستقیم جنت کی طرف لے جاتا ہے اور ہر انسان سچائی کو مسلسل اختیار کرتا ہے اور آخر کار وہ ایک سچا شخص بن جاتا ہے'' (۵۲)

مسلمان عورتوں کی بہادری

ایک اور گھِسا پٹا نظریہ جو کہ مشرک مرد عورتوں کے بارے میں رکھتے ہیں، وہ یہ ہے کہ عورتوں میں شدید دباؤ کی صورت حال میں حالات کو سنوارنے کی پختگی اور صبر واستقلال نہیں ہوتا۔ حقیقت میں وہ یہ یقین رکھتے ہیں کہ عورتیں حالات کو اور بھی بگاڑ دیتی ہیں۔ اور اس طرح وہ ایک قسم کا بوجھ یا ذمہ داری بن جاتی ہیں۔ اس میں کچھ حد تک سچائی کا عنصر موجود ہے۔ جبکہ مرد نہایت ہی خطرناک حالات میں بھی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں اور حالات کو حوصلے کے ساتھ قابو میں کر لیتے ہیں۔ مشرک عورتیں اکثر خوف اور گھبراہٹ میں گھٹنے ٹیک دیتی ہیں اور اس طرح حالات کو اور بھی بگاڑ دیتی ہیں اور اپنے لئے مشکلات کھڑی کر دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے مرد حضرات اس طرح کی صورت حال کو قابو کرنے کی کوشش میں اپنی عورتوں کو صبر واستقلال کی تلقین کرتے ہیں۔

اس طرح کی صورت حال مسلمان عورتوں کے لئے ناقابل تصور ہے۔ کیونکہ ان کے پیار ومحبت، اعتماد، وفاداری اور اطاعت وتسلیم کے بدلے اللہ تعالیٰ کی ذات ان کی شخصیت میں پختگی، حوصلہ مندی اور بہادری جیسی خصوصیات عطا فرماتی ہے۔ وہ یہ جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مشکلات سے آزمائش کرے گی اور جو ان حالات میں اپنی اطاعت اور وفاداری میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں گی، اللہ تعالیٰ کی ذات ان کو اپنی رحمت سے نوازے گی۔ اس طرح ان کی قوت ارادی اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ

'' اور بہت سے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر اکثر اہل اللہ خدا کے دشمنوں سے لڑتے ہیں۔ تو جو مصیبتیں ان پر راہ خدا میں واقع ہوئیں اُن کے سبب انہوں نے نہ

تو ہمت ہاری اور نہ بزدلی کی۔ نہ کافروں سے دبے اور خدا استقلال رکھنے والوں کو دوست رکھتا ہے"
(سورۃ آل عمران: ۱۴۶)

" ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم خدا ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں" (سورۃ البقرۃ: ۱۵۶)

" جب اُن لوگوں نے آکر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے مقابلے کے لئے لشکرِ کثیر جمع کیا ہے تو ان سے ڈرو۔ تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔ اور کہنے لگے ہم کو خدا کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے" (سورۃ آل عمران: ۱۷۳)

یہ بہادری مومنہ عورتوں کی اس دنیا سے بے گانگی یا عدم لگاؤ کی بنیاد پر ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و تسلیم اور بھروسے سے ہی اُن کو آخرت میں اچھے اور بہتر طریقے سے نوازا جائے گا۔ اُن کا یہ کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی زندگی عطا کرتا ہے اور پھر لوٹ کر اُسی کے پاس جانا ہے۔ جس طرح وہ ہر شے (جیسے دولت، جوانی، اور مال و متاع) عطا کرتا ہے اور وہ اسی طرح واپس بھی لے لے گا۔ اس حقیقت سے آگاہی کہ اللہ تعالیٰ ہر شے کو اپنی حکمت اور دانائی سے پیدا کرتا ہے، اس طرح وہ اطمینان قلب حاصل کرتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں مومنہ عورتیں کبھی بھی خطرات، مشکلات اور ذاتی نقصان کے اندیشے کے سامنے دل کو چھوٹا نہیں کرتیں یا ہار قبول نہیں کرتیں۔
مزید برآں اُن کی قوتِ ارادی اللہ تعالیٰ کی انسان کے لئے عائد کردہ حدود پر عمل درآمد کرتے وقت عیاں ہوتی ہے۔ صورت حال کیسی بھی کیوں نہ ہو، وہ کبھی بھی قرآنی اخلاقیات یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کا خوف یا احترام کے ساتھ سمجھوتہ نہیں کرتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس خاصیت کو قرآن پاک میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔
" اور جو خدا کے پیغام جوں کے توں پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔ اور خدا ہی حساب کرنے کو کافی ہے "(سورۃ الاحزاب: ۳۹)

مسلمان عورتوں کا بے معنی قول و فعل سے اجتناب

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔

" اور جو بیہودہ باتوں سے منہ موڑے رہتے ہیں" (سورۃ المومنون: ۳)

اور

"اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب اُن کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو بزرگانہ انداز سے گزرتے ہیں" (سورۃ الفرقان: ۷۲)

بالفاظِ دیگر مسلمان جو کہ اس طرح کی صورت حال کا سامنا کرتے ہیں، وہ اپنے وقار اور عظمت و بزرگی پر سمجھوتہ نہیں کرتے اور اُن پر حرف نہیں آنے دیتے اور اس طرح غیر اسلامی طرزِ عمل سے اجتناب کرتے ہیں۔

اس طرح کے کاموں اور سرگرمیوں میں وقت گزار نا مشرک عورتوں میں عام ہے۔ جیسا کہ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں وہ عورتیں جو کہ اعلیٰ مثالی نمونہ کو اختیار نہیں کرتیں، وہ کچھ خاص قسم کے طرزِ عمل کو اختیار کر لیتی ہیں۔ کچھ کا فائدہ ان کے خاندان کے افراد کو ہوتا ہے یا ان کے ماحول کو یا پھر اپنے آپ کو جبکہ دوسری ایسی ہیں کہ انہوں نے اپنا وقت گزارنے کے لئے اس طرح کا طرز عمل اختیار کیا ہوا ہے، اس میں سے جو کہ خاص ہے وہ یہ کہ خاص دنوں میں دوستوں کے ساتھ میل جول یا راہ

ورسم رکھنا ہے۔اس کے علاوہ تمام دن ٹیلی ویژن پر فضول پروگرام دیکھنے میں صرف کرنا، فون پر گھنٹوں گفتگو کرنا، ہر شے کے بارے میں شکایت یا تنقید کرنا اور دوسرے لوگوں کی کمزوریوں کو زیر بحث لانا ہے۔ان تمام سرگرمیوں کی خاصیت یہ ہے کہ ان سرگرمیوں کا کسی کو بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس طرح کے لوگوں کے دل دنیا کی چیزوں سے مانوس ہو چکے ہیں۔
'' اُن کے دل غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔۔۔'' (سورۃ الانبیاءٓ: ۳)

مسلمان عورتیں اس طرح کی فضول سرگرمیوں سے اجتناب کرتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک محدود زندگی عطا کی ہے۔یہ جانتے ہوئے انہیں چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کو استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، اسکی رحمت اور اس کی جنت حاصل کریں۔وہ اپنی زندگی کا ہر لمحہ اسی طرح گزارتی ہیں۔وہ یہ نہیں چاہتی کہ زندگی کا ایک لمحہ بھی فضول سرگرمیوں اور باتوں میں گزرے کہ کل آخرت میں پچھتاوا ہو یا افسوس ہو۔وہ ہمیشہ اچھے اعمال کرنے کی کوشش میں لگی رہتی ہیں۔جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ یعنی مومنین ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی میں مسلسل دوڑ میں لگے رہتے ہیں۔

'' اور خدا پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُری باتوں سے منع کرتے اور نیکیوں پر لپکتے ہیں اور یہی لوگ نیکوکار ہیں ''(سورۃ آلِ عمران: ۱۱۴)

مسلمان عورتوں کا احترام اور پاکدامنی

'' مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی رونق و زینت ہیں۔اور نیکیاں جو باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہترین ہیں'' (سورۃ الکہف: ۴۶)

اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک اہم حقیقت سے روشناس کرواتے ہیں۔وہ چیزیں جو کہ کسی کے لیے زیادہ اہم ہیں اور جن کے حصول کے لئے وہ ساری زندگی وقف کر دیتے ہیں، وہ صرف اس دنیا کی عارضی و فانی زندگی کی خوشیاں ہیں۔حقیقی اور دیرپا اقدار صرف روحانی اقدار ہیں اور ان روحانی اقدار کا عملی زندگی میں عمل درآمد ہے لیکن وہ لوگ جو اس حقیقت سے انکار کرتے ہیں، وہ اپنے گمراہ کن عقیدے کے مطابق دولت، معاشرتی حیثیت اور مال و متاع اور جائیداد کا پیچھا کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ عزت، احترام اور حقیقی اقدار ان کی وجہ سے ہے۔اس طرح وہ دوسروں کو بھی انہی اقدار سے ماپتے ہیں۔اُن کی مادی دولت سے یہ فیصلہ کرتے

ہیں کہ آیا اُن کا احترام یا اُن کی مداح سرائی کی جائے یا نہیں۔

حقیقت میں اللہ تعالیٰ یہ چیزیں لوگوں کو عطیہ کے طور پر استعمال کرنے کے لئے عطا کرتا ہے لیکن وہ خصوصیات جن کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قدر ہے یا جن کی آخرت میں قدر ہے جیسا کہ عزت واحترام، پاکدامنی اور عظمت و بزرگی، وہ ان سے بہت مختلف ہیں۔ یہ خصوصیات مسلمانوں میں خوف خدا اور تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کو زندگی کا مقصد اور قدر عنایت کرتی ہیں اور اس طرح وہ دوسرے لوگوں کے خلوص، احترام اور پیار و محبت کے حقدار بن جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ بہت زیادہ امیر، خوبصورت اور سب سے زیادہ طاقتور شخص کے اعلیٰ و برتر درجات پاکدامن، قابل احترام اور نیک و پاکباز شخص جیسے نہیں ہو سکتے۔ اس طرح کی خصوصیات کے حامل شخص کی فطرت نظر آفروز، دلکش اور روحانی بالیدگی کی حامل ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ ان لوگوں کو عزت واکرام سے نوازتا ہے جو کہ قرآنی اخلاقیات کے مطابق زندگی گزارنے کی حقیقی کاوش کرتے ہیں اور اس ذات کی عزت و تعظیم کرتے اور اس سے ڈرتے ہیں جیسا کہ اسکا حق ہے۔

'' اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے، اجتناب رکھو گے تو ہم تمہارے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف کر دینگے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کرینگے'' (سورۃ النسائ: ۳۱)

اور یہ کہ
'' جو لوگ خیرات کرنے والے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی اور خدا کو نیک نیت اور خلوص سے قرض دیتے ہیں، اُن کو دوچند ادا کیا جائے گا اور اُن کے لئے عزت کا صلہ ہے''
(سورۃ حدید: ۱۸)

لوگوں کا اصل عزت و وقار اس وقت واضح ہوتا ہے جب وہ فاسد و فاجر لوگوں کے ساتھ فاسد بننے سے انکار کرتے ہیں یا پھر تھوڑا سا دھوکہ دے کر معمولی سا دنیاوی فائدہ حاصل کرنے سے پرہیز کرتے ہیں یا پھر مشرکوں جیسا طرز عمل اختیار کرنے سے انکار کرتے ہیں یا پھر منافقت سے پرہیز کرتے ہیں۔ باالفاظِ دیگر وہ تمام لوگوں کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ اور اچھا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔ مسلمان عورتیں مکمل طور پر خوفِ خدا، اللہ تعالیٰ کی عزت و تعظیم کے ساتھ ساتھ اس کی رضا اور تسلیم کے ساتھ اپنی عصمت و عزت، پاکدامنی اور عظمت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ وہ اس طرح کے معاملات پر کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کرتیں کیونکہ وہ یہ جانتی ہیں کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات ناراض ہوتی ہے اور اس طرح مشرک اور مومنہ میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

اکثر آیات میں اللہ تعالیٰ نے خواتین کے لئے پاکدامنی اور پاکبازی کی خصوصیات کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت مریمؑ کا طرز عمل اور پاکدامنی زمان و مکان کی قید سے بالاتر تمام عورتوں کے لئے مثال ہے اور اس طرح اُن کی اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والی برتری کا ذکر فرمایا ہے۔

'' اور جب فرشتوں نے مریم سے کہا کہ مریم! خدا نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا ہے'' (سورۃ ال عمران: ۴۲)
ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اصل میں مسلمان عورتوں کی فیصلہ کن خاصیت صرف اور صرف پاکدامنی ہے۔

'' اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں یعنی بیبیوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھے تو مومن لونڈیوں ہی سے جو تمہارے قبضے میں آگئی ہوں، نکاح کرے اور خدا تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔ تو اُن لونڈیوں کے ساتھ اُن کے مالکوں سے اجازت حاصل کر کے نکاح کر لو۔ اور دستور کے مطابق انکا مہر بھی ادا کر دو بشر طیکہ عفیفہ ہوں۔ نہ ایسی کہ کھلم کھلا بدکاری کریں اور نہ درپردہ دوستی کرنا چاہیں''(سورۃ النسائ: ۵۲)

'' اور پاکدامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی حلال ہیں جبکہ اُ نکا مہر دے دو۔ اور اُن سے عفت قائم رکھنی مقصود ہو، نہ کھلی بدکاری کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی۔ اور جو شخص ایمان کا منکر ہو، اس کے عمل ضائع ہو گئے اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا''۔(سورۃ المائدہ: ۵)

پاکدامنی عورتوں کو عزت و احترام کے قابل بناتی ہے اور اس طرح ان کو معاشرے میں مشکلات سے بچاتی ہے۔ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

'' اے پیغمبر اپنی بیویوں 'بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلا کریں تو اپنے اوپر چادر لٹکا کر نکلا کریں۔ یہ امر ان کے لئے موجب شناخت و امتیاز ہوگا تو کوئی اُن کو ایذا نہ دے گا۔ اور خدا بخشنے والا مہربان ہے'' (سورۃ الاحزاب: ۹۵)

مسلمان عورتیں اللہ تعالیٰ کی انسانیت کے لئے بیان کردہ حدود پر عمل پیرا ہو کر عزت و احترام، عظمت، وقار اور تعظیم حاصل کر سکتی ہیں۔ ایک انسان کی پاکدامنی اور پرہیز گاری کی فطرت اس کے طرزِ عمل، اندازِ گفتگو حرکات و سکنات، چہرے کے آثار اور حتیٰ کہ اس کی مسکراہٹ سے عیاں ہوتی ہے۔ ایک پاکدامن عورت کی روحانیت میں آسودگی ہوتی ہے۔ شخصیت روشن و تاباں ہوتی ہے۔ اور اس کا کردار اور طرزِ عمل قابل اعتبار، پر اعتماد اور قابل رشک ہوتا ہے۔

جیسا کہ رب تعالیٰ کا فرمان ہے، مسلمانوں کی پہچان ان جملہ خصوصیات کی وجہ سے ہے۔ حقیقت میں:
''کثرت سجود کے اثر سے اُن کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوتے ہیں''۔(سورۃ الحجرات: ۹۲)

قرآن میں مذکور خواتین
قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے ہی صراط مستقیم کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے کیونکہ
''اور ان کو ایسے حالات سابقین پہنچ چکے ہیں جس میں عبرت ہے اور کامل دانائی کی کتاب بھی۔۔۔۔''(سورۃ قمر: ۴-۵)
ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس چیز سے خبردار کیا ہے کہ قرآن پاک کی آیات اور گزشتہ اقوام کے قصوں میں بہت سی مثالیں اور بہت ہی نصیحت ہے۔
''ان کے قصے میں عقلمندوں کیلئے عبرت ہے۔ یہ قرآن ایسی بات نہیں ہے جو اپنے دل سے بنائی گئی ہو بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہوئی ہیں ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والا اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے''۔(سورۃ یوسف: ۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان متقی اور پاکباز عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جنہوں نے خداوندِ کریم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا اور صدق دل سے ایمان لائیں، تاکہ مومنین ان کے مثالی کردار یا طرز عمل کی خصوصیات سے سبق سیکھیں اور ان کی تقلید کرنے کی کوشش کریں۔ ان آیات میں ان خواتین کا بھی ذکر ہے جو باوجود ایمان والوں کے گھر پیدا ہونے کے بے دین عقائد پر ڈٹی رہیں اور اس طرح وہ رب تعالیٰ کی رحمت سے دور رہیں۔

مندرجہ ذیل صفحات میں ہم ان متقی اور پرہیز گار مسلمان خواتین کے مثالی کردار کی مثالوں کا تفصیل سے جائزہ لیں گے جن کا قرآن میں ذکر ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان بے دین عورتوں کی خصوصیات سے بھی آشکار ہونگے جو کہ گمراہی میں برباد ہوئیں۔ ہم ان کی خصوصیات سے کئی ایک سبق بھی حاصل کریں گے جنہوں نے یا تو پیغمبروں کے سائے میں رہتے ہوئے بھی حق کو پہچاننے کی کوشش نہیں کی یا پھر وہ ایمان کی عظمت و شان و شوکت کا احاطہ نہ کر سکیں۔

فرعون کی بیوی کا اعلیٰ کردار

اللہ تعالیٰ مومنین عورتوں کے لئے مثالی نمونے کے طور پر قرآن میں دو خواتین کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک حضرت مریمؑ اور دوسری فرعون کی بیوی ہیں۔ اس کتاب کے ابتدائیہ سے ہی ہم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو کس طرح اور کیسے برگزیدہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے کیسے حضرت مریمؑ کو دوسری تمام عورتوں پر فضیلت دی۔ اور اس برتری کی وجہ ان کی عظمت ' صدق دل سے ایمان ' تقویٰ ' دین سے والہانہ وابستگی اور ان کا اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا۔ فرعون کی بیوی کا کردار یا طرزِ عمل مندرجہ ذیل آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

'' اور مومنوں کے لئے ایک مثال تو فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے خدا سے التجا کی کہ اے میرے رب میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال زشت مآل سے نجات بخش اور ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ کو خلاصی عطا فرما''

(سورۃ تحریم:۱۱)

فرعون کی بیوی بھی مومن عورتوں کے لئے ایک اور مثالی نمونہ ہیں۔ انہوں نے نزدیک سے فرعون کے تشدد کو دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ کیسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے انکاری ہوا اور کس طرح اس نے یہودیوں کو جبر میں رکھا جیسا کہ

'' ۔۔۔۔۔اور فرعون ملک میں متکبر و متغلب اور کبر و کفر میں حد سے بڑھا ہوا تھا''

(سورۃ یونس: ۳۸)

اس آیت سے ظاہر ہے کہ فرعون ایک بے رحم اور بدکردار شخص تھا جو کہ اپنے لوگوں پر جبر و تشدد کرتا تھا۔ مثال کے طور پر وہ عورت کو ایذا نہیں دیتا تھا لیکن ان کے بچوں کو قتل کر دیتا تھا۔ یہ سزا نا قابل برداشت ہوتی تھی۔ تمام مصر اس کی مملکت تھا اور وہ کثرتِ دولت اور جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ رہ رہا تھا۔ کسی کو بھی یہ جرات نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس سے متفق نہ ہو اور اس کے خلاف بغاوت کرے۔ کیونکہ مصری روایات کے بقول وہ اپنے آپ کو مصریوں اور بنی اسرائیل کا خدا سمجھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف موسیٰؑ کو خبر دار کرنے کے لئے بھیجا اور اس کے ساتھ بنی اسرائیل کے لئے نجات دہندہ کے طور پر بھی۔ موسیٰؑ کے اہل مصر کو اللہ تعالیٰ کے حقیقی دین اور اللہ تعالیٰ کی خاطر بتوں کو چھوڑنے کی طرف بلانے پر فرعون نے ہر کسی کو ڈرایا دھمکایا اور یہ کہا کہ

'' فرعون نے کہا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمہیں قید کر دونگا'' (سورۃ الشعراء: ۹۲)

اس کے نتیجے میں صرف چند نوجوان ہی ایمان لائے۔

'' تو موسیٰ پر کوئی ایمان نہ لایا مگر اس کی قوم میں سے چند لڑکے اور وہ بھی فرعون اور اس کے اہل دربار سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں وہ ان کو آفت میں نہ

پھنسادے۔۔۔۔۔' (سورۃ یونس: ۳۸)
وہ درباری جادو گر جنہوں نے موسیٰؑ پر ایمان لا کر ان کی اللہ تعالیٰ پر ایمان کی دعوت کے جوابات دیے انہوں نے فرعون کے نارواسلوک اور پرُتشدد طریقوں کا سامنا کیا۔
'' فرعون نے کہا کہ پیشتر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟ بیشک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تاکہ اہل شہر کو یہاں سے نکال دو۔ سو عنقریب اس کا نتیجہ معلوم کر لوگے۔ میں پہلے تو تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دونگا پھر تم سب کو سولی چڑھادونگا'' (سورۃ الاعراف: ۱۲۳۔۱۲۴)
ایک اور آیت اس جارحیت کی وجہ اس انداز میں بیان کرتی ہے کہ
''اور اس کے سوا تجھ کو ہماری کونسی بات بُری لگی ہے کہ جب ہمارے پروردگار کی نشانیاں ہمارے پاس آگئیں تو ہم اُن پر ایمان لے آئے ۔اے پروردگار ہم پر صبر استقامت کے دھانے کھول دے اور ہمیں ماریو تو مسلمان ہی ماریو۔'' (سورۃ الاعراف: ۱۲۶)

فرعون کی بدمعاشی اور غنڈہ گردی اُن لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر اس کی حکمرانی سے انکار کر چکے تھے نمایاں اور عیاں تھی۔ لیکن اس کی بیوی یہ سب کچھ جاننے کے باوجود فرعون کے انتقام اور ظلم سے خوفزدہ نہ ہوئی۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، محبت وشفقت اور قربت کو بہت زیادہ اہمیت دیتی تھی۔ فرعون کی بیوی اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ والہانہ وابستگی' اور اللہ کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، اور اس کے ساتھ ساتھ صبر واستقلال اور ایمان اور حوصلہ جو کہ انہوں نے ان مشکل حالات میں اپنے ایمان کو مخفی رکھ کر کیا، ان میں مومنین کے لئے مثالی سبق موجود ہیں۔
مزید برآں ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ چونکہ فرعون مصر کے تمام خزانوں اور دولت وثروت کا مالک تھا لیکن اس کے باوجود اس کی بیوی اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی اخلاقیات کے مطابق زندگی گزارنے کی خاطر یہ سب کچھ ترک کرنے کے لئے تیار تھی۔ باالفاظ دیگر وہ اپنے خاوند کی ساری دولت کو فضول اور بے قیمت سمجھتی تھی اس کا یہ خلوص مندرجہ دعا سے واضح ہے۔
'' اور مومنوں کے لئے ایک مثال تو فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اس نے خدا سے التجا کی کہ اے میرے رب میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے اعمال زشت مآل سے نجات بخش اور ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ کو خلاصی عطا فرما''
(سورۃ تحریم: ۱۱)
فرعون کی بیوی کا اعلیٰ کردار اور طرزِ عمل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی سے لگاؤ نہیں رکھتی تھی اور اس کی صرف یہی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، رحمت اور جنت حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حقیقی ایمان کو دوسرے مسلمانوں کے لئے مثالی نمونہ بنایا اور ان کو دونوں جہان میں فضیلت دی۔

پیغمبر حضرت موسیٰؑ کی ماں کا دینی جذبہ اور والہانہ وابستگی
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فرعون فساد کرنے والا، حد سے بڑھنے والا اور ایک ظالم اور جابر حکمران تھا جو کہ اپنے لوگوں پر جبر کرتا اور اپنی قوم کے بچوں کو ذبح کر دیتا تھا۔
''کہ فرعون نے ملک میں سر اٹھار کھا تھا اور وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو یہاں تک کمزور کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا۔ بے شک وہ مفسدوں میں سے تھا''(سورۃ القصص: ۴)
پیغمبر موسیٰؑ فرعون کے ظالمانہ دورِ حکومت میں مصر میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا انتخاب کیا اور ان کو برگزیدہ کیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ فرعون کے ظلم وجبر کے

خلاف جدوجہد کریں۔ اللہ تعالٰی نے اُنکی ماں سے فرمایا کہ ان کو بچے کی حفاظت کس طریقے سے کرنا چاہئے۔

''جب ہم نے تمہاری والدہ کو الہام کیا تھا جو تمہیں بتایا ہے۔ وہ یہ تھا کہ اسے یعنی موسیٰؑ کو صندوق میں رکھو پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دینا اور تو خوف نہ کرنا اور نہ رنج کرنا۔ ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچادیں گے اور پھر اسے پیغمبر بنادیں گے۔''

(سورۃ طٰہٰ: ۳۸۔۳۹)

''اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف الہام کیا کہ اس کو دودھ پلاؤ جب تم کو اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور تو خوف نہ کرنا اور نہ رنج کرنا۔ ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچادیں گے اور پھر اسے پیغمبر بنادیں گے۔'' (سورۃ القصص: ۷)

اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ ماجدہ کو وحی کی کہ وہ نہ گھبرائے اور نہ ہی غمزدہ ہو۔ بلکہ ان کو اپنے نومولود بچے کو صندوق میں بند کرکے دریا کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ یہاں اللہ تعالٰی کی رضا اور خوشنودی کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس طرح کا عمل کرنے کے لئے اللہ تعالٰی پر حقیقی ایمان اور بھروسہ درکار ہوتا ہے۔ لیکن ان کی والدہ کی اس واقعہ کے ذریعے کڑی آزمائش کی گئی اور وہ اس آزمائش میں سرخرو ہوئیں، جس سے ان کے عظمتِ کردار کے ساتھ ساتھ ان کی دین کے ساتھ والہانہ وابستگی اور اللہ تعالٰی کی ذات پر بھروسہ کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ تاقیامت مسلمان عورتوں کے لئے مثالی نمونہ بن گئیں۔

اللہ تعالٰی کے حکم بجالانے کے بعد اور یہ جانتے ہوئے کہ ان کی آزمائش آخر کار کامیابی سے ہمکنار ہوگی، اللہ تعالٰی نے ان کے دل کو مضبوط کیا اور دلی تسکین بخشی اور ان کو صبر واستقلال عطا کیا اور ان کو ثابت قدم رکھنے کی توفیق دی۔

'' اور موسیٰؑ کی ماں کا دل بے قرار ہو گیا اگر ہم ان کے دل مضبوط نہ کردیتے تو قریب تھا کہ وہ اس غصے کو ظاہر کردیں۔ غرض یہ تھی کہ وہ مومنوں میں رہیں۔'' (سورۃ القصص: ۱۰)

مندرجہ ذیل آیت میں یہ واضح ہے کہ موسیٰؑ کی والدہ نے اپنی بہن سے کہا کہ وہ بچے کا پیچھا کرے اور یہ دیکھے کہ ان کے بچے کے ساتھ کیسا ماجرہ ہوتا ہے۔

'' اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا، تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی'' (سورۃ القصص: ۱۱)

اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰؑ کے لئے ایک تقدیر یا منزل مقرر کردی اور ان کے لئے تمام اسباب پیدا کیے۔ تاکہ یہ ظاہر ہو کہ یہ سب کچھ اس کی منشا کے مطابق ہو رہا ہے۔ یہی پیغمبر موسیٰ تھے جنہوں نے فرعون کے ساتھ مقابلہ کرنا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو فرعون کے دربار میں لایا گیا اور اس کے خاندان میں پرورش ہوئی۔ اللہ تعالٰی نے ان کو ان کی اصل ماں سے بطور دایہ دودھ پلوایا۔

'' اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر دائیوں کے دودھ کو حرام کردیا تھا تو موسیٰ کی بہن نے کہا کہ میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں کہ تمہارے لئے اس بچے کو پالیں اور اس کی خیرخواہی سے پرورش کریں'' (سورۃ القصص: ۱۲)

اس طرح اللہ تعالٰی نے پیغمبر موسیٰؑ کو دوبارہ اپنی والدہ سے ملا دیا ان وجوہات کی بنا پر کہ

'' تو ہم نے اس طریق سے ان کو ان کی ماں کے پاس واپس پہنچادیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں اور معلوم کریں کہ خدا کا وعدہ سچا ہے لیکن یہ اکثر نہیں جانتے'' (سورۃ القصص: ۱۳)

جیسا کہ مندرجہ بالا آیت واضح کر رہی ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی کڑی آزمائش کی اور ان کے صبر واستقلال، رضامندی و نیاز مندی اور کردار کی طاقت کے بدلے میں ان کے لئے ایسے اسباب بنائے کہ ان کی والدہ نے ان کی خود دیکھ بھال اور پرورش کی۔ کیونکہ انہوں نے ایک دن مصر میں بہت بڑی ذمہ داری کو کندھا دینا تھا۔ بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم و جبر سے نجات دلانی تھی۔ اللہ تعالٰی نے فرعون کے محل میں ہی اور اس کی قربت میں ان کی پرورش کی۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ

'' تو فرعون کے لوگوں نے اس کو اٹھا لیا اس لئے کہ نتیجہ یہ ہونا تھا کہ وہ ان کا دشمن اور ان کے لئے موجبِ غم ہو۔ بے شک فرعون اور ہامان اور اُن کے لشکر چوک گئے''

(سورۃالقصص: ۸)

'' اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تمہاری دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔اس کو قتل نہ کرنا شاید یہ ہمیں فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اور وہ انجام سے بے خبر تھے''

(سورۃالقصص:۹)

اللہ تعالیٰ ہر شئے کو مقررہ تقدیر کے مطابق تخلیق کرتا ہے اور لوگوں کو مختلف واقعات کے ذریعے اس تقدیر میں رہ کر آزماتا ہے جیسا کہ موسیٰؑ کی والدہ کے واقعے میں واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہنے والوں کو خوشخبری دیتا ہے۔اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی رحمت کے صدقے اچھائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

'' اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو خدا کی خوشنودی کی بشارت سنادو''

(سورۃالبقرہ: ۱۵۵)

وہ عورتیں جن کی پیغمبر حضرت موسیٰؑ نے مدد کی

اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ حضرت موسیٰؑ مصر چھوڑنے کے بعد مشرق کی طرف چلے گئے۔وہاں انہوں نے دو عورتوں کو دیکھا جو کہ ایک کنویں کے پاس کھڑی انتظار کر رہی تھیں تاکہ وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلا سکیں۔جب موسیٰؑ نے ان سے اس معاملہ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کا باپ نہایت ہی بوڑھا ہے اس لئے وہ یہ کام نہیں کر سکتا۔اس لئے انہیں اپنے مویشیوں کو لانا پڑتا ہے۔تاہم انہیں یہاں پر انتظار کرنا پڑتا ہے کیونکہ کنویں پر پہلے سے گڈریے موجود ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کو اس انداز میں بیان فرمایا ہے۔

'' اور جب مدین کے پانی کے مقام پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں لوگ جمع ہو رہے اور اپنے چارپایوں کو پانی پلا رہے ہیں۔ان کے ایک طرف دو عورتیں اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں۔موسیٰ نے ان سے کہا تمہارا کیا کام ہے۔وہ بولیں کہ جب تک چرواہے اپنے چارپایوں کو لے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں تو موسیٰ نے ان کیلئے بکریوں کو پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف چلے گئے اور کہنے لگے کہ پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔''

(سورۃالقصص:۲۳۔۲۴)

ان کا یہ رویہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ نہایت ہی متقی اور پاکدامن عورتیں تھیں کیونکہ وہ اس غیر محفوظ اور ناروا ماحول سے اپنے آپ کو بچانا چاہتی تھیں۔ان کو چرواہوں کی وجہ سے پانی سے دور رہنا پڑا۔موسیٰؑ کے قابل اعتبار شخص کے طور پر ظاہر ہونے سے وہ عورتیں یقین کرنے پر مجبور ہوگئیں کہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بات کرنا مناسب ہے۔ان کا سارا ماجرہ سننے کے بعد انہوں نے ان کے چارپایوں کو پانی پلانے کا ذمہ خود لے لیا۔

ان دونوں خواتین کا رویہ اور طرزِ عمل دوسری تمام مسلمان خواتین کے لئے ایک اعلیٰ اور مثالی نمونہ ہے۔ضرورت کے وقت بھی انہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کو اہمیت دی حالانکہ حالات ان کے لئے پیچیدہ ہوگئے تھے۔یہ جانتے ہوئے کہ اس سے یہ زیادہ اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کی جائے،انہوں نے انتظار کرنے کو ترجیح دی۔اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایک قابل اعتبار شخص کو بھیجا۔اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے ان بندوں کی مدد کرتا ہے جو اس کی حدود کا خیال رکھتے ہیں اس پر بھروسہ کرتے ہیں اور اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ علیہ السلام کو ان کی طرف بھیج کر ان پر بہت بڑا احسان کیا۔موسیٰؑ علیہ السلام نے بعد میں ان کے چارپایوں کو پانی پلایا اور پھر یہ دعا کی کہ

'' اے پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے '' (سورۃ القصص : ۴۲)
بعد میں ایک عورت واپس آئی اور ان سے کہا کہ اس مدد کے بدلے میں ان کے والد نے ان کو مدعو کیا ہے۔
'' تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک عورت جو شرماتی اور لجاتی چلی آئی تھی ' موسیٰ کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ تم کو میرے والد بلاتے ہیں۔ کہ تم نے جو ہمارے لئے پانی پلایا تھا اس کی تم کو اُجرت دیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ''(سورۃ القصص : ۵۲)
'' ایک لڑکی بولی کہ ابا جان ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے جو توانا اور امانت دار ہو '' (سورۃ القصص : ۶۲)
اصل میں وہ اپنے والد کو بتانا چاہتی تھی کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک قابل اعتبار شخص سمجھتی ہیں، اپنی بیٹی کے الفاظ میں سچ دیکھ کر بعد میں ان کے والد نے موسیٰ سے کہا کہ وہ ایک بیٹی کے ساتھ شادی کے بارے میں سوچے۔
ان خواتین کے طرزِ عمل، رویہ اور خاص طور پر اپنی عصمت کی حفاظت میں تمام مسلمان خواتین کے لئے اعلیٰ مثال موجود ہے، اس سلسلے میں ان کی والہانہ وابستگی کے بدلے اللہ تعالیٰ نے ایک قابل اعتبار شخص کی مدد سے اُن کی مشکلات میں آسانی پیدا کر دی اور ان میں سے ایک کو پیغمبر موسیٰؑ کی بیوی کا شرف بخشا۔

ملکۂ سبا: بلقیس

اللہ تعالیٰ کا شکر، رحمت اور احسان کہ اس نے حضرت سیلمانؑ کو عظیم سلطنت عطا کی۔ ایک ایسی سلطنت کہ جس کی آج تک تعریف کی جاتی ہے۔ ان کی افواج جنوں اور انسانوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ اُن کا محل اس دور کی سب سے ترقی یافتہ ٹیکنالوجی استعمال کر کے بنایا گیا تھا، اور ایک عجیب جمالیاتی طرز کا شاہکار تھا۔ قرآن پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ملکۂ سبا حضرت سلیمانؑ کے ساتھ ایک معاشی و سیاسی گفت و شنید کے ذریعے شامل ہوئی۔ بے شک اس میں ایمان والوں کے لئے بہت زیادہ معلوماتِ حکمت اور دانائی اور نعمت مضمر ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر میں ایک پرندہ ہدہد تھا وہ ملکۂ سبا کے بارے میں حضرت سلیمانؑ کے لئے اہم خبر لایا۔
'' ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ ہدہد آموجود ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں اور میں آپ کے پاس شہر سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے اور ہر چیز اسے میسر ہے اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم خُدا کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے اُن کے اعمال اُنہیں آراستہ کر دکھائے ہیں اور ان کو رستے سے روک رکھا ہے۔ پس وہ رستے پر نہیں آتے۔ نہیں سمجھتے کہ خُدا کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے کیوں سجدہ نہ کریں۔'' (سورۃ النمل : ۲۲۔۵۲)

سب سے پہلے حضرت سلمانؑ کو ہدہد نے ملکۂ سبا کی خصوصیات کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کی۔ یعنی اس کے پاس ہر شے بکثرت موجود ہے کہ وہ ملکۂ سبا ہے اور یہ کہ اس کا تخت بہت بڑا ہے۔ اس طرح ہدہد نے ملکۂ سبا کی سلطنت کی طاقت اور اسکی حکمرانی کی طرف توجہ کرائی۔ اس معلومات کی بنیاد پر حضرت سلمانؑ نے بلقیس کو ایک خط لکھا اور اس کو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی دعوت دی۔ ملکہ نے فوری طور پر اس خط کی اہمیت کو محسوس کیا اور اس کے بارے اپنے اندرونی حلقوں میں بحث مشاورت کی۔ یہ واقعہ قرآن میں اس طرح بیان ہوا۔
'' ملکہ نے کہا کہ دربار والو! میری طرف ایک نامہ گرامی ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے، کہ اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ بعد اس کے یہ کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو۔ اور مطیع و منقاد ہو کہ میرے پاس چلی آو۔ خط سُنا کر کہنے لگی کہ اے اہل دربار میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو جب تک تم حاضر نہ ہو اور صلاح نہ دو میں کسی کام کو فیصل کرنے والی نہیں۔ (سورۃ النمل : ۹۲۔۲۳)
اس کے دربار والوں نے جواب دیا
'' وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور سخت جنگجو ہیں اور حکم آپ کے اختیار ہے تو جو حکم دیجئے گا اُس کے مآل پر نظر کر لیجئے گا ''(سورۃ النمل : ۳۳)
اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا اپنی سلطنت پر کتنا اثر و رسوخ تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی نصیحت پر عمل کیا اور حفاظتی تدابیر اختیار کیں۔
'' اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور اس طرح یہ بھی کریں گے اور

میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں" (سورۃ النمل: ۴۳۔۵۳)
اس کا بنیادی مقصد ان کا اصل ارادہ معلوم کرنا تھا۔ حضرت سلیمانؑ اس کی حکمتِ عملی کو سمجھتے تھے اس کے تحائف کو مسترد کیا اور اس کی طرف ایک اور پیغام بھیجا۔
"اُن کے پاس لوٹ جاؤ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر حملہ کریں گے جن کے مقابلے کی ان میں طاقت نہ ہوگی اور ان کو وہاں سے بے عزت کر کے نکال دیں گے اور وہ ذلیل ہونگے۔" (سورۃ النمل: ۳۷)

حضرت سلیمانؑ نے ایک مرتبہ پھر ملکہَ سبا کو اپنی ناقابل مزاحمت فوجی طاقت سے خبردار کیا اور اسے خبر دی کہ ہتھیار ڈال دے۔ انہوں نے اس سے درخواست کی کہ اس کی فوج کے سربراہ اس کے تخت کو اٹھالائیں گے اس سے اس سلطنت کی طاقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جنوں میں سے ایک دیو پلک جھپکتے ہی اس کے محل کو سلیما نؑ کے دربار میں لے آیا۔
آخر کار بلقیس ان کے پاس آئی تب انہوں نے اس سے کہا کہ کیا یہ تخت اس کی ملکیت ہے۔
"جب وہ آپہنچی تو پوچھا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی اس طرح کا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ تو گویا ہو بہو وہی ہے اور ہم کو اس سے پہلے ہی سلیمانؑ کی عظمت و شان کا علم ہو گیا تھا اور ہم فرمانبردار ہیں۔ وہ جو خُدا کے سوا اور اس کی پرستش کرتی تھی سلیمانؑ نے اس کو اس سے منع کیا اس سے پہلے تو وہ کافروں میں سے تھی۔" (سورۃ النمل: ۴۲۔۴۳)
سورج کی پوجا کرنے والوں کی سرزمین سے تعلق کے باوجود وہ یعنی ملکہَ سبا حضرت سلیمانؑ کے خط کے حقیقی طریقہ کار، اشتراکی طریقے، طاقت اور نہایت ہی دیدہ زیب محل سے بہت متاثر ہوئی۔ ان تمام صورتِ حال کی وجہ سے اسے یقین ہو گیا اور وہ مسلمان ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نیاز مندی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے
"پھر اس سے کہا گیا کہ محل میں چلیے۔ جب اس نے اس کے فرش کو دیکھا تو اسے پانی کا حوض سمجھا اور کپڑا اٹھا کر اپنی پنڈلیاں کھول دیں سلیمانؑ نے کہا یہ ایسا محل ہے جس کے نیچے بھی شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ وہ بول اٹھی کہ پروردگار میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی تھی اور اب میں سلیمانؑ کے ہاتھ پر خدائے رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں" (سورۃ النمل: ۴۴)
ملکہَ سبا اور حضرت سلیمانؑ کے قصے میں حکمت و دانائی اور نصیحت مضمر ہے، ملکہ کی استدلالی قابلیت نے اسے اس قابل بنایا کہ وہ اس طرح کا طرزِ عمل اور رویہ اختیار کرے اور حق کو پہچان سکے۔ اس کے مختلف عقائد کے باوجود اس نے اللہ تعالیٰ کے آگے سر جھکایا اور ایمان لے آئی اور بغیر کسی شرم و ہچکچاہٹ کے اس نے حق کو پہچان لیا، یہ ایک نہایت ہی مثالی طرزِ عمل ہے۔
نافرمان خواتین
حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیویاں
قرآن میں دو ایسی عورتوں کے بارے میں بھی تذکرہ موجود ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور آخر کار ان کا ٹھکانہ جہنم قرار پایا۔ ان میں نہایت ہی اہم بات مشترکہ تھی کہ ان دونوں کے خاوند پیغمبر تھے۔
یہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کے ممتاز اور برگزیدہ بندے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پیغمبر بنا کر عزت و احترام دیا اور ان کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ کیا۔ ان وجوہات کی بنا پر یہ بات قابل مشاہدہ ہے کہ حضرت لوطؑ اور حضرت نوحؑ کی بیویاں ان پر ایمان نہیں لائیں۔ ان سب کے باوجود کہ وہ جانتی تھیں کہ پیغمبر صرف اور صرف سچی وحی الٰہی کے مطابق عمل کرتے ہیں، اور وہ اپنے خاوند کے حقیقی عقیدے، اعلیٰ کردار، دانشمندانہ خطابات اور عقلمندانہ فیصلوں کے باوجود ایمان کی دولت حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔ چنانچہ یہ دونوں عورتیں بعد میں ناشکری ہو گئیں اور اپنے خاوند کو دھوکا دیا اور ان سے بغاوت کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

"خُدا نے کافروں کیلئے نوحؑ کی بیوی اور لوطؑ کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے۔ دونوں نیک بندوں کے گھر میں تھیں اور دونوں نے ان کی خیانت کی تو وہ خدا کے مقابلے میں ان عورتوں کے کچھ کام نہ آئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل ہو جاؤ" (سورۃ تحریم: ۰۱)

اللہ تعالٰی کے محبوب اور اس کی رضا پر راضی اور جنت کے حقدار پیغمبروں کی قربت کے باوجود ان عورتوں نے اللہ تعالٰی کی رحمت سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ تاہم وہ اپنی بے وفائی کے سبب اللہ تعالٰی کے قہر و غضب کی مرتکب ہوئیں، اور مثال اور عبرت کے طور پر دوسرے منافقین کے ساتھ تباہ کر دی گئی۔

''تو ان کی قوم کے لوگ بولے اور اس کے سوا اُن کا کچھ جواب نہ تھا کہ لوطؑ کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں تو ہم نے اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو نجات دی مگر انکی بیوی کہ اس کی نسبت ہم نے مقرر کر رکھا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گی اور ہم نے ان پر مینہ برسایا سو جو مینہ ان لوگوں پر برسا جن کو متنبہ کر دیا گیا تھا بُرا تھا'' (سورۃ النمل: ۶۵-۸۵)

''اور جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس خوشی کی خبر لے کر آئے تو کہنے لگے کہ ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کر دینے والے ہیں کہ یہاں کے رہنے والے نافرمان ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اس میں لوط علیہ السلام بھی ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ جو لوگ یہاں رہتے ہیں ہمیں سب معلوم ہے ہم ان کو اور ان کے گھر والوں کو بچالیں گے بجز ان کی بیوی کے کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گی۔ جب ہمارے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو وہ ان
کی وجہ سے ناخوش اور تنگ دل ہوئے۔ فرشتوں نے کہا کچھ خوف نہ کیجئے اور رنج نہ کیجئے ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر آپ کی بیوی کہ پیچھے رہنے والوں میں ہو گی ہم اس بستی کے رہنے والوں پر اس سبب کہ یہ بدکرداری کرتے رہے ہیں آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں'' (سورۃ العنکبوت: ۳۱-۴۳)
ان عورتوں کو انبیاء کی بیویاں بنا کر اللہ تعالٰی نے ایمان لانے کا نادر موقع دیا لیکن ان میں سے کسی عورت نے اس موقع سے دونوں جہانوں کے لئے اجر عظیم حاصل نہ کیا۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنے اعتماد کو جھٹلایا، اور اپنی قدر و منزلت گھٹائی اور اس طرح اللہ تعالٰی کے قہر و غضب کا شکار ہوئیں۔

مصر کے گورنر کی بیوی
قرآنِ پاک میں مصر کے ایک گورنر کی بیوی کا بھی ذکر ہے۔ اپنے بھائیوں کی سازش کی وجہ سے پیغمبر یوسف علیہ السلام کو ایک تاجر نے مصر کے گورنر کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ اللہ تعالٰی نے اُن کے اس گھر میں آنے کے واقعات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا
''اور مصر میں جس شخص نے اس کو خریدا اس نے اپنے بیوی سے جس کا نام زلیخا تھا کہا کہ اس کو عزت و اکرام سے رکھو۔ عجب نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں اس طرح ہم نے یوسف کو سرزمین مصر میں جگہ دی اور غرض یہ تھی کہ ہم ان کو خواب کی تعبیر سکھائیں اور خدا اپنے کام پر غالب ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو دانائی اور علم بخشا اور نیکوکاروں کو ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں'' (سورۃ یوسف: ۱۲-۲۲)

اللہ تعالٰی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس گھر میں جگہ دی۔ جب وہ بلوغت کو پہنچے تو اللہ تعالٰی نے ان کو حکمت ' دانائی اور علم عطا کیا۔ ان کو خوابوں کی تعبیر سکھائی۔ دوسروں پر ان کو فضیلت دی اور اپنی رحمت سے ان کی مدد فرمائی۔
اللہ تعالٰی نے یوسف علیہ السلام کو مندرجہ ذیل طریقے سے آزمایا۔ گورنر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جنسی طور پر راغب کرنے کی کوشش کی۔ جیسا کہ آیات سے واضح ہے کہ اس نے تمام دروازے بند کر دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خاص مقاصد کیلئے راغب کرنے کی کوشش کی۔ تاہم یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالٰی سے مدد چاہی تاکہ وہ اس طرح کا گناہ نہ کریں اور اس سے دور رہیں۔

اس عورت کے ارادے بدلنے کی خاطر حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے اس کے خاوند کی یاد دلائی جو کہ ان کا آقا تھا۔ انہوں نے اس سے کہا کہ وہ اس کے خاوند کو اپنا آقا تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا وہ انہیں دھوکہ نہیں دے سکتے۔ انہوں نے اسے مزید کہا کہ برائی کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے چھپنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور جو وہ کر رہی ہے وہ بہت بڑا گناہ اور برائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو قرآن میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

''تو جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے اس نے ان کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور دروازے بند کر کے کہنے لگی یوسف جلدی آؤ! انہوں نے کہا کہ خدا کی پناہ میں رکھے۔ وہ یعنی تمہارے میاں میرے آقا ہیں۔ انہوں نے مجھے اچھی طرح سے رکھا ہے۔ میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا بے شک ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔'' (سورۃ یوسف: ۳۲)

انسانیت کے لئے مقرر کردہ حدود سے پوری طرح آگاہی کی بنا پر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے عزائم کو دھتکار دیا۔

''اور اس عورت نے ان کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر وہ اپنے پروردگار کی نشانی نہ دیکھتے تو جو ہوتا سو ہوتا۔ یوں اس لئے کیا کہ ہم ان سے برائی اور بے حیائی کو روک دیں بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے۔'' (سورۃ یوسف: ۴۲)

اس کشمکش کے دوران عورت کا خاوند کمرے میں داخل ہوتا ہے، اپنی نیک نامی کو تحفظ دینے کے لئے اس عورت نے جھوٹ بولا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاک دامن اور متقی رویہ کے باوجود اس نے ان پر اپنی طرف مائل کرنے کا الزام لگایا اور یہ تقاضا کیا کہ ان کو سزا دی جائے قرآن پاک اس قصے کو اس انداز میں بیان کرتا ہے

''اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے آگے یوسف علیہ السلام پیچھے زلیخا اور عورت نے اُنکا کرتہ پیچھے سے پکڑ کر جو کھینچا تو پھاڑ ڈالا اور دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا تو عورت بولی کہ جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ بُرا ارادہ کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دُکھ کا عذاب دیا جائے'' (سورۃ یوسف: ۵۲)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس عورت کا کردار یا طرزِ عمل کتنا برا تھا۔ اور اس میں خدا خوفی بالکل نہ تھی۔ وہ ایک گناہ کر کے اور ایک معصوم شخص کو ورغلا کر اور الزام لگا کر اپنے خاوند سے دھوکہ اور بے وفائی کر رہی تھی۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اس کے ذاتی مفاد نے اس کے شعور کو زیر کیا ہوا تھا۔

ان خطرناک الزامات کی بھرمار کے سامنے بھی حضرت یوسفؑ نے سچ بولا

''یوسف علیہ السلام نے کہا کہ اسی نے مجھ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔۔۔۔'' (سورۃ یوسف: ۶۲)

عورت کے ایک رشتہ دار نے اس کو مشورہ دیا کہ اس کو کیسے سچ ثابت کیا جائے۔

''اس کے قبیلے میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر اس کا کُرتا آگے سے پھٹا ہو تو یہ سچی اور یوسف جھوٹا۔ اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچا'' (سورۃ یوسف: ۶۲۔۷۲)

اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے اس کے خاوند نے دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت یوسفؑ دروازے کی طرف بھاگ رہے تھے اور ان کی بیوی ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے گورنر کے طرزِ عمل کو اس طرح بیان فرمایا ہے

''جب اس کا کرتا دیکھا تو پیچھے سے پھٹا تھا۔ تب اس نے زلیخا سے کہا کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے بھاری ہوتے ہیں۔ یوسف! اس بات کا خیال نہ کر اور زلیخا تو اپنے گناہوں کی بخشش مانگ۔ بے شک خطا تیری ہے۔'' (سورۃ یوسف: ۸۲۔۹۲)

جیسا کہ ان آیات سے واضح ہے کہ گورنر جانتا تھا کہ یوسفؑ بے گناہ تھے۔ تاہم یہ معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ظاہر ہے کہ اس واقع کی خبر محل کے باہر تک پھیل گئی۔

''اور شہر میں عورتیں گفتگوئیں کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے'' (سورۃ یوسف: ۰۳)

یہ عورتیں جانتی تھیں کہ یوسفؑ پر کوئی الزام نہیں ہے بلکہ گورنر کی بیوی ہی موجب الزام ہے' جب اس کی بیوی نے دیکھا کہ ہر طرف شہر میں اُس کے چرچے ہیں اس کو ایک اور ترکیب سوجھی۔

یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اسے پیغمبر یوسفؑ کے ساتھ خواہش پورے کرنے کے الزام میں مجرم ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت یوسفؑ نہایت خوبصورت تھے، اس عورت نے ان عورتوں کو اپنے شرمناک کام میں شریک کرنا چاہا۔ اس نے ان عورتوں کو اپنے گھر میں مدعو کیا جب وہ آگئیں ان کے ہاتھ میں پھل اور پھل کاٹنے کے لے چھریاں دے دیں تاکہ وہ پھل کو چھیل سکیں۔ تب اس
نے پیغمبر یوسفؑ سے کہا کہ وہ کمرے میں داخل ہوں تاکہ وہ اس کا ردعمل دیکھ سکے۔ جب عورتوں نے انہیں دیکھا تو وہ ان کی خوبصورتی کو برداشت نہ کر سکیں اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
''جب زلیخا نے ان عورتوں کی گفتگو جو حقیقت میں دیدارِ یوسف کے لئے ایک چال تھی سُنی تو ان کے پاس دعوت کا پیغام بھیجا اور ان کے لئے ایک محفل مرتب کی۔ اور پھل تراشنے کے لئے ہر ایک کو ایک چھری دی اور یوسف علیہ السلام سے کہا کہ انکے سامنے باہر آؤ۔ جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو ان کا رعب حُسن ان پر ایسا چھا گیا کہ پھل تراشتے تراشتے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ یہ حسن یہ آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے'' (سورۃ یوسف: ۱۳)

پیغمبر یوسفؑ کی خوبصورتی نے اُن عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائی۔ تب اُنہوں نے اس خوبصورتی کو بنانے والے حقیقی خالقِ کائنات کی تسبیح کی۔ اُن کا یہ دعویٰ تھا کہ اس طرح کی خوبصورتی کسی بشر کی نہیں ہوسکتی، یہ ضرور کوئی فرشتہ ہے۔ یہاں پر گورنر کی بیوی نے قبول کیا کہ اس نے یوسفؑ کو مائل کرنے کی کوشش کی مگر وہ اپنی پاکدامنی برقرار رکھنے میں کامیاب رہے' اس کے باوجود اس نے عورتوں کی موجودگی میں ایک مرتبہ پھر اپنی اس خواہش کا اظہار کیا۔

''زلیخا نے کہا یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں اور بے شک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا اور اگر وہ کام نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور ضرور ذلت اٹھائے گا'' (سورۃ یوسف: ۲۳)
اس کے رویے نے اس کے بُرے کردار اور کردار کی بدصورتی کو عیاں کر دیا' ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ سوچا کہ وہ اپنی حیثیت اور دولت کے بدلے یہ سب کچھ حاصل کرلے تو اس نے نہایت ہی شرمناک حرکت کی، اور پیغمبر یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگ کر اس کا مقابلہ کیا۔

''یوسفؑ نے دعا کی اے پروردگار! جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید ہی پسند ہے۔ اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاوں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاونگا۔'' (سورۃ یوسف: ۳۳)
اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور ان سے اس سازش کو دور کیا گورنر اور دوسری تمام عورتیں جو کہ اس کی اس خواہش کے گواہ تھے یہ جانتے ہوئے کہ پیغمبر یوسفؑ بے گناہ تھے انہوں نے ناانصافی کا ساتھ دیا اور بے عقلی اور بغیر فہم و فراست سے عمل کیا۔ گورنر نے یوسفؑ کی قید کا حکم صادر کیا، اس طرح وہ وہاں کئی سال تک قید رہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔
''پھر باوجود اس کے کہ وہ لوگ نشان دیکھ چکے تھے۔ ان کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصے کے لئے ان کو قید ہی کر دیں'' (سورۃ یوسفؑ: ۵۳)
اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی ترکیب پر پانی پھیر دیا اور پیغمبر یوسفؑ کو ان کے تقویٰ اور خلوص کی بدولت قید سے رہائی بخشی۔ ان کی معصومیت کا اعلان کر دیا اور اس طرح ان کو مصر کی قیادت بخشی۔

یہ وہ واقعات ہیں جن میں بہت زیادہ معلومات ہیں خاص طور پر مومنین کے لئے کہ وہ غور و فکر کریں۔ مصر کے گورنر کی بیوی اور دوسری عورتوں کے اعمال وافعال سے یہ واضح ہے کہ کیسے بے دین لوگوں کی سازشیں مومنین پر اثر انداز ہوتی ہیں اور یہ گمراہ کن لوگ کیسے ارادے کے پکے ہو سکتے ہیں اور یہ کہ اعتماد کو جھٹلانے کی حرکت کو آپس میں کیسے عقلی توجیہہ پیش کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو خوف خدا نہیں رکھتے ' یا پھر اللہ تعالیٰ کی عزت واکرام نہیں کرتے ' وہ باآسانی اپنے ضمیر کی خلاف ورزی کرتے ہیں ' اپنے ذاتی مفاد اور خواہشات کی تکمیل کے لئے معصوم لوگوں پر ساز باز کرتے ہیں اور حتیٰ کہ معصوم لوگوں پر الزام تراشی کرتے ہوئے بھی نہیں سوچتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے گورنر کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

''جب اس کا کرتا دیکھا تو پیچھے سے پھٹا ہوا تھا تب اس نے زلیخا سے کہا کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑی عیاری کے ہوتے ہیں''۔

(سورۃ یوسف: ۸۲)

دوسری آیات بے دین خواتین کے اس پہلو کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ

''اور اس عورت کی طرح نہ ہونا جس نے محنت سے سوت کاتا پھر اس کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ بنانے لگو کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زیادہ غالب رہے۔ بات یہ ہے کہ خدا تمہیں اس سے آزماتا ہے اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اس کی حقیقت تم پر ظاہر کر دے گا''۔ (سورۃ النحل: ۹۲)

''کہو کہ میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں ہر چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی اور شبِ تاریک کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے اور گنڈوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کی برائی سے''۔ (سورۃ فلق: ۱۔۴)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اپنی ذاتی خواہشات کی پیروی میں دوسروں کے ساتھ سازش ' فریب، نقالی اور برائی کا ارتکاب کرتے ہیں ان کی برائی اور بدکرداری سے خبردار کرتے ہیں۔ مندرجہ بالا آیات اس بات کی طرف نشاندہی کرتی ہیں کہ عورت کا فتنہ کتنا بڑا ہو سکتا ہے تاہم یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی سازشوں کو ناکارہ کر دیتا ہے۔ بُرے کردار یا طرزِ عمل کرنے والا شخص صرف اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا ہے اور دوسری طرف یہ کہ خوفِ خدا اور اللہ تعالیٰ کی عزت واکرام کرنے اور اس کے ساتھ ساتھ پاکدامنی اور پاکبازی اختیار کرنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت و رحمت نصیب ہوتی ہے۔

خلاصہ

حضرت مریم علیہاالسلام ایک برگزیدہ عورت تھی۔ایک ایسی عورت کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی اور جن کے ذمہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں لانا تھا۔

"۔۔۔۔۔۔مریم علیہاالسلام اللہ تعالیٰ نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور پاک بنایا ہے اور جہان کی عورتوں میں منتخب کیا۔(سورۃ آل عمران: ۲۴)

اللہ تعالیٰ نے اُن کو آنے والی نسلوں کی خواتین کے لئے "مثالی نمونہ" بنادیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عیسیٰؑ کی قربت کا بھی ذکر کیا کہ

"۔۔۔۔جس کا نام مسیح اور مشہور عیسیٰ ابن مریم ہوگا اور جو دنیا اور آخرت میں عزت مند اور خدا کے خاصوں میں سے ہوگا۔" (سورۃ آل عمران: ۵۴)

اور ان الفاظ کے ساتھ کہ

"۔۔۔۔۔۔۔وہ اپنے پروردگار کے ہاں پسندیدہ اور برگزیدہ تھے" (سورۃ مریم: ۵۵)

اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیلؑ پر بھی انہی عنایت اور رحمت کا ذکر بھی فرمایا' اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السلام کی بھی تعریف کی اور اس کی بارگاہ میں ان کے رتبے اور شان وشوکت کو بیان فرمایا۔

"اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو' وہ بھی نہایت سچے نبی تھے اور ہم نے ان کو اونچی جگہ اٹھالیا تھا"۔(سورۃ مریم:۶۵۔۷۵)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں پیغمبر ابراہیمؑ' اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی قوت' دوراندیشی اور برتری وفضیلت کا ذکر فرمایا ہے۔

"اور ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے" (سورۃ صٓ: ۷۴)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اسمٰعیلؑ' پیغمبر الیسعؑ' اور ذوالکفلؑ کا بھی ذکر فرمایا کہ

"وہ سب نیک لوگوں میں سے تھے" (سورۃ صٓ: ۸۴)

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پیغمبر سلیمان علیہ السلام کی ریاضت وعبادت کا بھی ذکر فرمایا ہے کہ وہ

"۔۔۔۔۔۔۔بہت ہی خوب بندے تھے اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔۔۔۔۔"۔(سورۃ صٓ: ۰۳)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا

''اور خدا نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا'' ۔(سورۃ النسآئ: ۱۲۵)
اللہ تعالیٰ کا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہے کہ
''اور تمہارے اخلاق بڑے عالی ہیں'' اور ''اور تمہارے لئے بے انتہاء اجر ہے''۔
(سورۃ قلم: ۳۔۴)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور ان دوسرے لوگوں کی جو اس کی ذات سے والہانہ وابستگی رکھتے ہیں کی تعریف فرماتا ہے اور اس طرح ان کی اعلیٰ مرتبت حیثیت و بزرگی صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کے الفاظ میں یاد کرے کہ اللہ تم سے راضی ہوا' کہ اللہ نے آپ کے رتبے کو بلند کیا یا اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلیل چن لیا۔آپ اس حیثیت و مرتبے کے لائق ہو یا تم ایک اچھے بندے ہو۔ ہر مومن کی یہ خواہش ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا قرب، اس کی دوستی اور اس کی خوشنودی حاصل ہو۔اس خواہش کو حقیقت کا روپ دھارنے کے لئے تاہم انہیں اس قسم کے احسان اور عطیہ خداوندی کو انبیاء تک محدود تصور نہیں کرنا چاہیئے اور اس بات کا احساس کرنا چاہیئے کہ رب تعالیٰ کی رحمت' عفوودر گزر بہت وسیع اور عظیم ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو بھی مومن صدقِ دل سے اس کی طرف رجوع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی
تمام دعاؤں کو سنتا ہے۔

انہی وجوہات کی بناء پر ہر مومن مرد اور عورت کو انبیاء کے اعلیٰ اخلاق اور مرتبے کو بطور نمونے کے اپنانے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہیئے۔
''جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس (یعنی دوزخ کی آگ) سے دور رکھے جائیں گے۔''(سورۃ الانبیائ: ۱۰۱)

اس آیت میں ان لوگوں کا حوالہ دیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے بھلائی اور صراطِ مستقیم عطا کیا ہے' اللہ تعالیٰ بغیر جنسی تفریق کے ہر کسی کو اپنے مقرب بندوں میں شمار ہونے کا موقع ضرور فراہم کرتا ہے۔ ہمیں اس مقصد کے حصول کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ ہمیں اس ذات باری تعالیٰ کے ساتھ محبت' ہر شیئے سے زیادہ اسے عزیز تر رکھ کر' اور ہر اس کام کو اختیار کر کے کہ جس سے اس کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے کی بناء پر اسی کے ساتھ رشتے کو مضبوط کرنا چاہیئے۔ ہر وہ شخص جو اس حقیقی ایمان کے ساتھ زندگی گزارتا ہے انشاء اللہ وہ اس کی بارگاہ میں ضرورت مقرب ہو گا اور اسے بہترین صلہ ملے گا۔
ان شاء اللہ تعالیٰ

اور ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں نازل کی ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کی خبریں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت (سورۃ نور:۴۳)

20

ہاں جو شخص خدا کے آگے گردن جھکا دے یعنی ایمان لے آئے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ایسے لوگوں کو قیامت کے دن نہ کسی کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

(سورۃ البقرہ:۲۱۱)

22

قرآنِ حکیم کا سورۃ مریم والا صفحہ: ۱۔۱۱

24

۔۔۔۔بہت خوب بندے تھے اور وہ خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔۔۔(سورۃ ص:۰۳)

25

اور وہ ہمارے نزدیک منتخب اور نیک لوگوں میں سے تھے (سورۃ ص:۷۴)

25

۱۵۰۵ء میں بنائی گئی گیوانی بیلینی کی پینٹنگ " میڈونا وِد سینٹس" یہ پینٹنگ وینس میں سینٹ زکاریا کے گرجا گھر میں آیزاں ہے۔ یہ لکڑی پر آئل سے پینٹ کی گئی ہے، جسے بعدازاں کینوس پر منتقل کر دیا گیا۔ اس کا سائز ۲۷۳ 235 ۲۰۴ سینٹی میٹر ہے۔

28

۶۰۔۱۵۰۵ء میں تیار کی گئی لورینزو لوٹو کی پینٹنگ " میڈونا اینڈ چائلڈ وِد سینٹ پیٹر، کرسٹائن، لبرل اینڈ جیروم" میں مریمؑ اور سینٹس کو دکھایا گیا ہے۔ یہ ٹریولیسو، اٹلی میں سانتا کرسٹینا کے گرجا گھر میں آویزاں ہے۔ لکڑی پر آئل سے بنائی گئی اس پینٹنگ کا سائز ۲۶۱ 235 ۱۷۷ سینٹی میٹر ہے۔

27

۔۔۔۔اور جس کا نام مسیح اور مشہور عیسیٰ ابن مریم ہوگا اور جو دنیا اور آخرت میں باآبرو اور خدا کے خاصوں میں سے ہوگا۔ (سورۃ آلِ عمران:۵۴)

30

قرآنِ حکیم کا سورۃ مریم والا صفحہ: ۲۱۔۵۲

34

۱۴۸۸ء میں بنائی گئی گیوانی بیلینی کی ایک شاہکار تصویر " Frari Triptych " جو اٹلی کے شہر وینس کے چرچ آف فراری میں آویزاں ہے۔

36

تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی اور فرمایا کہ میں کسی عمل کرنیوالے کے عمل کو مرد ہو یا عورت ضائع نہیں کرتا تم ایک دوسرے کی جنس ہو (سورۃ آلِ عمران:۵۹۱)

39

اور جو نعمتیں تم کو میسر ہیں سب خدا کی طرف سے ہیں پھر جب تم کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے آگے چلاتے ہو (سورۃ النحل:۳۵)

41

اللہ تعالیٰ کی حضرت مریمؑ کو کھجوریں کھانے کی ہدایت میں ان میں پائے جانے والے مفید وٹامن اور معدنیات کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔

43

لوگوں! خدا کے جو تم پر احسانات ہیں ان کو یاد کرو کیا خدا کے سوا کوئی اور خالق اور رازق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے؟ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو (سورۃ فاطر:۳)

43

پیدائش کے عمل کے دوران خون کے ضیاع کے باعث جسم میں بلڈ پریشر کا لیول کم ہو جاتا ہے۔ کھجوروں میں شوگر کے اجزاء کی مقدار ۵۰ فیصد سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ غذائیت سے بھرپور ہوتی ہے اور انسانی جسم کو اس کی ضرورت سے کافی زیادہ غذائیت فراہم کرتی ہے۔

44

خدا نے مومنوں سے انکی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے لئے بہشت تیار کی ہے۔۔۔۔ (سورۃ التوبہ:۱۱)

46۔۔۔ پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ نجات حاصل کرو (سورۃ الاعراف:۹۴)

48

جب خدا عیسیٰ علیہ اسلام سے فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! میرے ان احسانوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے۔۔۔۔ (سورۃ المائدہ:۱۱۰)

50

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان کو پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ایسے محلوں کی راہ دکھائے گا کہ ان کے نیچے نعمت کے باغوں میں نہریں بہہ رہی ہوں گی (سورۃ یونس:۹)

53

۱۳۴۲ء میں بنائی گئی جینٹائل دافیبریانو کی پینٹنگ میں حضرت مریم کو گوتھک انداز میں دکھایا گیا ہے۔ یہ تصویر سٹروزی خاندان کی طرف سے فلورنس کے سانتاٹری نیٹاچرچ کو فراہم کی گئی تھی۔

54

ان کا پروردگار ان کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور بہشتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لئے نعمت ہائے جاودانی ہے (سورۃ التوبہ:۱۲)

56

" Cima da Conegliano" کی پینٹنگ جس کا تعلق ۱۰-۱۵۰۹ء سے ہے،

یہ وینس اٹلی کے "Charch of the Carmini" میں آویزاں ہے۔

58

۔۔۔ میرے پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے (سورۃ القصص:۴۲)

62

۔۔۔اور مدد تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے بے شک خدا غالب حکمت والا ہے (سورۃ الانفال :۱۰)

65

"Paolo Veronese" کی "the House of Levi Feast in" آئل پینٹنگ جس کا تعلق ۱۵۷۳ء سے ہے۔ یہ وینس کے "Accademia" میوزیم میں آویزاں ہے۔ اٹلی کی نشاۃِ ثانیہ سے تعلق رکھنے والی یہ تصویر پیغمبر عیسیٰؑ اور دوسرے انبیاء کی تصویر کشی کرتی ہے۔

66۔۔۔ہر متنفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے (سورۃ العنکبوت:۵۷)

68

یہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا اور غالب اور رحم والا خدا ہے۔ (سورۃ السجدہ:۶)

73

اور مومنو! مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں خدا ان سے بے خبر ہے وہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے جبکہ دہشت کے سبب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی (سورۃ ابراہیم:۴۲)

74

اور ہم نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان مفصل ہے اور مسلمانوں کے لئے یہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے (سورۃ النحل:۸۹)

76

۔۔۔خدا ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے کہ نر ہے یا مادہ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی بے شک خدا ہی جاننے والا اور خبردار ہے (سورۃ لقمان:۳۴)

78

وہ خدا جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی حکمت والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے (سورۃ ملک:۱)

79

اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی خدا ہی کو ہے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے (سورۃ الِ عمران (۹۸۱)

84

اور اندھا اور آنکھ والا برابر نہیں۔ اور نہ ایمان لانے والے نیکوکار اور نہ بدکار برابر ہیں حقیقت یہ ہے کہ تم بہت کم غور کرتے ہو۔(سورۃ المؤمن: ۵۸)

86

اور ہم ہی نے روشن آیتیں نازل کی ہیں اور خدا جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتا ہے (سورۃ النور:۴۶)

89

جو برائی کرے گا اس کو اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی اس نے برائی کی ہوگی اور جو نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے جہاں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔ (سورۃ المؤمن: ۴۰)

92۔۔۔اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ صاحب ایمان بھی ہوگا تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہونگے اور ان کی تل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی

(سورۃ النسائ: ۴۲۱)

94۔۔۔مومنو اسی خدا کی طرف رجوع کئے رہو اور اسی سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا (سورۃ الروم: ۱۳)

98

۔۔۔ہم تم کو آسان طریقے کی توفیق دیں گے (سورۃ اعلیٰ: ۸)

102

ہاں جو شخص خدا کے آگے گردن جھکا دے۔یعنی ایمان لے آئے اور وہ نیکوکار بھی ہو تو اس کا صلہ اس کے پروردگار کے پاس ہے۔اور ایسے لوگوں کو قیامت کے دن نہ کسی کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔(سورۃ البقرہ: ۲۱۱)

105

اور مومنو! مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں خدا ان سے بے خبر ہے۔وہ ان کو اس دن تک مہلت دے رہا ہے جبکہ دہشت کے سبب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔(سورۃ ابراہیم: ۲۴)

108

۔۔۔۔اور جو ایمان لائے اور کام بھی نیک کرتے رہے تو ہم نیک کام کرنے والوں کے اجر ضائع نہیں کرتے (سورۃ الکہف: ۰۳)

109

۔۔۔۔۔تو جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے وہ بہشت کے باغ میں خوشحال ہونگے (سورۃ الروم: ۵۱)

111

۔۔۔۔۔۔یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں

(سورۃ البقرہ: ۵)

112

۔۔۔اور کہہ دو کے سب نتائج اعمال کے منتظر ہیں سو تم بھی منتظر رہو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ دین کے سیدھے رستے پر چلنے والے کون ہیں؟اور جنت کی طرف راہ پانے والے کون ہیں؟ ہم یا تم! (سورۃ طٰہٰ: ۵۳۱)

118

اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں انکو ہم اجر دینگے کہ ہم نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے (سورۃ الاعراف: ۰۷۱)

126

۔۔۔مومن تو وہ ہیں کہ جب خدا کا ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب انہیں ان کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں (سورۃ الانفال: ۲)

129

۔۔۔اس نے خدا سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے ظالم لوگوں کے ہاتھوں کے نجات دے (سورۃ تحریم: ۱۱)

133

---خدانے مومن مردوں اور عورتوں سے بہشتوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور بہشت ہائے جاودانی میں نفیس مکانات کا وعدہ کیا ہے اور خدا کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے یہی بڑی کامیابی ہے (سورۃ التوبہ: ۲۷)

136

---مال اور بیٹے تو دنیا کی زندگی کی رونق وزینت ہیں اور نیکیاں باقی رہنے والی ہیں وہ ثواب کے لحاظ سے تمہارے پروردگار کے ہاں بہت اچھی اور امید کے لحاظ سے بہت بہتر ہیں (سورۃ الکہف: ٦۴)

139

---بے شک وہ دلوں کی باتوں سے واقف ہے (سورۃ شوریٰ: ۴۲)

140

---اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں (سورۃ حشر: ۹)

142

---تو خدا نے ان کو دنیا میں بھی بدلہ دے دیا اور آخرت میں بھی بہت اچھا بدلہ دے گا اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے (سورۃ آلِ عمران: ۸۴۱)

145

---اور جو شخص خدا اور اس کے پیغمبر اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو وہ خدا کی جماعت میں داخل ہوگا اور خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے (سورۃ المائدہ: ٦۵)

151

---خدا جو معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو مومنوں کو چاہیے کہ خدا ہی پر بھروسہ رکھیں (سورۃ تغابن: ۳۱)

152

--- کہہ دو وہی تو میرا پروردگار ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (سورۃ الرعد: ۰۳)

154

---اور اگر تم اس کتاب میں جو ہم نے اپنے بندے محمد عربی ﷺ پر نازل فرمائی ہے کچھ شک ہو تو اسی کی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں ان کو بھی بلا لاؤ اگر تم سچے ہو (سورۃ البقرہ: ۳۲)

156

---جو یقین کئے ہوئے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (سورۃ البقرہ: ٦۴)

158

---دیکھو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے (سورۃ النور: ۴٦)

165

۔۔۔جو لوگ مسلمان ہیں یا یہودی عیسائی یا ستارہ پرست یعنی کوئی شخص کسی قوم و مذہب کا ہو جو خدا اور روزِ قیامت پر ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا تو ایسے لوگون کو ان کے اعمال کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور قیامت کے دن ان کو نہ کسی طرح کا خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہونگے (سورۃ البقرہ:۲۶)

169

" Hamid Aytac " کی خطاطی جس میں چاروں خلفائے راشدین اور حضرت محمد ﷺ کا نام لکھا ہوا ہے۔

171

۔۔۔اور اسی طرح ہم نے اس قرآن کو اتارا جس کی تمام باتیں کھلی ہوئی ہیں اور یہ یاد رکھو کہ خدا جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے (سورۃ الحج:۶۱)

172

۔۔۔جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے رہے ان کے کاموں کا صلہ خدا کے ہاں ملے گا اور قیامت کے دن ان کو نہ کچھ خوف ہو گا اور نہ وہ غمناک ہونگے (سورۃ البقرہ:۲۷۷)

174

۔۔۔کہ ان کو معلوم نہیں کہ خدا ان کے بھیدوں اور مشوروں تک سے واقف ہے اور یہ کہ وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے (سورۃ التوبہ:۸۷)

176

۔۔۔اور ویسی ہی یہ کتاب ہے جیسے ہم نے نازل کی ہے بابرکت جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور جو اس لئے نازل کی گئی ہے کہ تم مکے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کر دو اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے اور وہ اپنی نمازوں کی پوری خبر رکھتے ہیں
(سورۃ الانفال:۳۹)

179

۔۔۔اور زمین میں جو چلنے پھرنے والا حیوان یا دو پروں سے اڑنے والا جانور ہے ان کی بھی تم لوگوں کی طرح جماعتیں ہیں (سورۃ الانفال:۸۳)

180

" Kazasker Mustafa Izzat " کی خطاطی جس پر " اللہ تعالیٰ سب سے بڑا نگہبان ہے۔" اور " وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔" کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

182

۔۔۔یعنی آسمان اور زمین کا اور جو ان دونوں کے درمیان ہے سب کا پروردگار۔ تو اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہو بھلا تم کوئی اس کا ہم نام جانتے ہو (سورۃ مریم:۵۶)

186

۔۔۔ جھوٹ افترا تو وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو خدا کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے، وہی جھوٹے ہیں
(سورۃ النحل:۵۰۱)

189

۔۔۔اے محمد ﷺ ان سے کہہ دو کہ تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے ان کو آنکھ کھول کر دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں (سورۃ الانفال:۱۰۵)

194

۔۔۔وہ ایسا ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بھید جاننے والا ہے (سورۃ الانفال:۱۰۴)

196

اور جو لوگ کتاب کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں ان کو ہم اجر دیں گے کہ ہم نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔(سورۃ الاعراف:۱۷۰)

211

۔۔۔کیا ان کو معلوم نہیں کہ خدا ان کے بھیدوں اور مشوروں تک سے واقف ہے اور یہ کہ وہ عیب کی باتیں جاننے والا ہے (سورۃ التوبہ:۷۸)

213

۔۔۔اور دعا کر کہ اے پروردگار میری مغفرت فرما اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد کسی کے شایانِ شایاں نہ ہو بے شک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے (سورۃ ص:۳۵)

214

۔۔۔اور خدا سے ڈرتے رہو اور مومنوں کو خدا ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے (سورۃ المائدہ:۱۱)

216

" Nicholaus Knupfer" کی "The Queen of Sheba before Solomon" آئل پینٹنگ۔اس کا سائز ۵۔۱۸ 235x۳۷سم ہے۔یہ روس کے " St. Pstersburg" میں " Hermitage" میوزیم میں آویزاں ہے۔

220

۔۔۔ہمیں شایاں نہیں ہے کہ کسی چیز کو خدا کے ساتھ شریک بنائیں یہ خدا کا فضل ہے ہم پر بھی اور لوگوں پر بھی۔لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (سورۃ یوسف :۳۸)

228

۔۔۔توبہ کرنے والے۔عبادت کرنے والے۔حمد کرنے والے۔روزہ رکھنے والے۔رکوع کرنے والے۔سجدہ کرنے والے۔نیک کاموں کا کرنے والے۔بری باتوں سے منع کرنے والے۔خدا کی حدوں کی حفاظت کرنے والے یہی مومن لوگ ہیں اور اے پیغمبر ﷺ مومنوں کو بہشت کی خوشخبری سنادو (سورۃ التوبہ:۱۱۲)

236

چارلس ڈارون

238

لوئیس پاسچر نے اس عقیدے کو کہ زندگی بے جان مادوں سے پیدا ہو سکتی ہے خاک میں ملادیا۔

240

ارتقاء پسندوں کی ایک سنگین فریب کاری یہ کہ جس انداز سے وہ تصور کرتے تھے کہ زندگی از خود وجود میں آگئی جسے وہ قدیم الارضی سے یاد کرتے ہیں۔اُنہوں نے

اپنے ان دعووں کو ملر کے تجربات جیسی تحقیقات سے ثابت کرنے کی کوشش کی مگر ان کو سائنسی حقائق کے سامنے شکست ہوئی۔ ۰۷۹۱ء میں حاصل شدہ نتائج سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قدیم کراۂ ہوائی زندگی کے لئے کلی طور پر ناموزوں تھی۔

243

فرانس کے ماہر حیاتیات لامارک نے ایک غیر منطقی دعویٰ کیا کہ زرافے اصل میں ہرن کی ایک قسم سے ارتقاء پذیر ہوئے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے دوسری تمام مخلوق کی طرح زرافے کو بھی تخلیق کیا۔

244

چرنوبائل حادثے کے بعد اپاہج بچے پیدا ہوئے تھے۔ یہ تصویر تبدیلی ہئیت جو کہ ارتقاء پسند دعویٰ کرتے تھے کہ جاندار اشیاء کی ابتداء پر اثرات کو بیان کر رہی ہے۔ اصل میں اس کے انسانی زندگی پر تباہ کن اثرات ہیں۔

246

LIVING FOSSILS جانداروں کے فوسل

جھینگا:

۵۹۱ ملین سال پرانا جھینگے کا فوسل

ڈریگن فلائی:

۰۵۱ ملین سال پرانا ڈریگن فلائی کا فوسل

چیونٹی:

۰۰۱ ملین سال پرانا چیونٹی کا فوسل

شارک:

۰۰۴ ملین سال پرانا شارک کا فوسل

249

ماضی میں "قدیم انسان" سے متعلق خیالی آراء کو کہانیوں میں بہت زیادہ استعمال کیا گیا۔ جن کی ترسیل و تشہیر ارتقاء پسندوں نے اخبارات اور میگزین میں کی۔ ان کہانیوں کے خیالی آراء کا بنیادی ذریعہ ان کے مصنفین کے خیالات ہیں۔ حتٰی کہ نظریہ ارتقاء کو سائنسی حقائق کے سامنے شکست کا سامنا کرنا پڑا کہ اب نظریہ ارتقاء کے متعلق چند ہی رپوٹیں سائنسی میگزین میں نظر آتی ہیں۔

253

کیمرہ اور آواز کو ریکارڈ کرنے والی دوسری مشینوں کے مقابلے میں آنکھ اور کان کئی گنا پیچیدہ ہیں۔ نہایت ہی اعلیٰ ٹیکنالوجی کی حامل اشیاء کے مقابلے میں ان کا تخلیقی

ڈیزائن نہایت ہی عمدہ اور نفیس ہے۔

255

روشنی

برقی اشارہ

روشنی جو آنکھ تک پہنچتی ہے یہ برقی اشاروں میں تبدیل ہو کر عدسوں کی مدد سے دماغ کے نزدیک مرکز نگاہ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ ہمارے دماغ کی ادراکی صلاحیت ان برقی اشاروں کو تصویر کی مانند کر لیتی ہے۔

برقی اشاروں کا ترتیب دیا ہوا ایک نظارہ

مریمؑ: ایک مثالی مسلمان خاتون

263۔۔۔انہوں نے کہا تو پاک ہے جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں بے شک تو دانا اور حکمت والا ہے (سورۃ البقرہ: ۲۳)

BACK COVER

اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور مومنین کی زندگیوں کی مثالیں دے کر لوگوں کے لئے یہ سمجھنا ممکن بنا دیا کہ قرآنی اقدار کے مطابق زندگی کیسے گزاری جائے؟ ان مخلص مسلمانوں میں سے ایک مریمؑ ہیں جو اپنے مثالی کردار کی وجہ سے قرآن پاک میں مزکور دو عورتوں میں سے ایک ہیں۔

''اور مومنوں کے لیے ایک مثال تو فرعون کی بیوی کی بیان فرمائی کہ اُس نے خدا سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار میرے لئے بہشت میں اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اسکے اعمالِ زشت مال سے نجات بخش اور ظالم لوگوں کے ہاتھ سے مجھ کو نجات عطا فرما۔ اور دوسری عمران کی بیٹی مریمؑ کی جنہوں نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا۔ تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونک دی اور اپنے پروردگار کے کلام اور اسکی کتابوں کو برحق سمجھتی تھی اور فرمانبرداروں میں سے تھی۔ (سورۃ التحریم: ۱۱۔۲۱)

اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ کا تعارف 'ایک مثالی مسلمان خاتون کے کردار' کے حوالے سے کراتا ہے۔ یہ کردار آج کل کے لادینی معاشرے کی عام عورت کے مروجہ کردار سے مکمل طور پر مختلف ہے جہاں وہ عموماً عام معاشرتی قابلِ قبول کردار کو اپنائے ہوئے ہیں جو کہ ان کے آباؤاجداد نے اُنہیں منتقل کیا ہے۔

قرآن پاک کے مطابق مردوں اور عورتوں کا کردار اور ذمہ داریاں ایک جیسی ہیں اس کے لئے اللہ تعالیٰ 'ایک مثالی مسلمان کے کردار' کا حوالہ دیتے ہیں۔

اس کتاب میں ہم نے عام عورت کے کردار پر بحث کی جو کہ بے دین معاشروں میں دیکھا جاتا ہے اور اس کا تجزیہ کیا کہ یہ پر عیب کردار کیسے رائج ہوا؟ مزید برآں ہم نے حضرت مریمؑ کے کردار یا طرزِ عمل کا مشاہدہ کیا جن کو اللہ تعالیٰ نے دوسری تمام خواتین پر برتری دی اور اس طرح ان کو 'مثالی مسلمان خاتون' کا خطاب دیا۔

اس کتاب کا ایک اور مقصد بے دین معاشروں میں عام عورت کے طرزِ عمل میں بے ربطی کو ظاہر کرنا ہے اور ان لوگوں کو دعوت دینا ہے جو کہ سچائی اور ایک ایسی طرزِ زندگی اور اخلاقیات کے متلاشی ہیں جو کہ ان کو اس دنیا اور آخرت میں عزت، احترام اور برتری و فضیلت سے نوازے، وہ سوائے قرآن و سنت کے اور کہاں ہے؟ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ذرا غور فرمائیں!